

روزے کی فضیلت

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا
غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

[صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان]

”جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان
کے روزے رکھے۔

اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“

دین کے بنیادی اصول ۳۶

البتہ رافضی صحابہ کرام کے ذمے جھوٹ لگا دیتے ہیں، یعنی ابوبکر نے ایسا کیا، عمر نے ایسا کیا، مثلاً: ابوبکر پر یہ عیب لگاتے ہیں کہ ”انہوں نے خالد کو برقرار رکھا اور اسے سیف اللہ کہتے تھے، حالاں کہ خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا پھر اس کی بیوی سے عدت گزرے بغیر اسی رات نکاح کر لیا، اس کے باوجود ابوبکر نے انہیں برقرار رکھا اور کہا: عورتیں خالد جیسا بہادر پیدا کرنے سے عاجز آگئی ہیں۔“ ابوبکر پر یہ عیب واضح جھوٹ ہے۔ اسی طرح خالد رضی اللہ عنہ بھی اس عیب سے پاک تھے، وہ اس سے کہیں بلند تھے کہ دوران عدت کسی خاتون سے نکاح کریں، یا ایک عورت کی وجہ سے کسی مسلمان کو قتل کر دیں، یہ سب صحابہ کرام پر رافضیوں کے جھوٹ ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کا جھوٹ یہ ہے کہ ”وہ اسامہ کے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔“ ہم کہتے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو روکا تھا، اس لیے کہ ابوبکر نے عمر کو اپنا وزیر مقرر کر لیا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ ان کے لیے ناگزیر تھے، ان دونوں نے اسامہ کے لشکر کو روانہ کیا، وہ اپنی منزل تک گئے اور غنیمت لے کر بحفاظت واپس آئے۔

رافضیوں نے صحابہ کرام پر عیب لگایا کہ ”یہ غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ وَلَّيْتُمُ الْمُذَبِّحِينَ﴾ [سورہ التوبہ: ۲۵] ”پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔“

ہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو معذور قرار دیا، یعنی جب مشرکین نے بے تحاشا تیر اندازی کی تو یہ اپنی قوت کے باوجود شکست کھا گئے، پھر جب آپ ﷺ نے ان کو آواز دی تو یہ لوٹ کر آپ ﷺ کے پاس واپس آ گئے تھے۔ صحابہ نے ان لوگوں کے نام ذکر نہیں کیے کہ کون لوگ آپ ﷺ کے پاس باقی رہے تھے۔ ایسی بھی کوئی روایت منقول نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو ثابت قدم رہے ہوں۔ البتہ عباس اور حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے ثابت قدم رہے تھے۔ اگر کوئی کہے: جو شکست کھا گئے تھے وہ گمراہ، کافر یا منافق ہیں، تو بلاشبہ یہ صحابہ کرام پر جھوٹ ہو۔

رافضی صحابہ کرام پر عیب لگاتے ہیں کہ ”انہوں نے جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوئے چھوڑ گئے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ [سورہ جمعہ: ۱۱] ”یہ لوگ اس طرف بھاگ گئے اور آپ کو چھوڑ دیا۔“ ہم کہتے ہیں: یہ بھی کوئی عیب نہیں، ہم مزید اس بات سے بھی واقف ہیں کہ وہ واپس آ گئے تھے۔

لیکن ہمارے پاس کوئی ایسی یقینی دلیل نہیں کہ جمعہ کے دن نبی ﷺ کے پاس موجود رہنے والوں میں علی رضی اللہ عنہ شامل تھے، کہ اسی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے علی رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں ہوں جو مسجد سے چلے گئے تھے؟ ہم جہاں یہ مانتے ہیں کہ صحابہ کرام وہاں سے گئے تھے وہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے واپس آ کر آپ ﷺ کے ساتھ نماز مکمل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے یوں بیان فرمایا: ﴿فُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِو وَمِنَ التِّجَارَةِ﴾ [سورہ جمعہ: ۱۱] ”کہہ دیجئے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ان مشغولیتوں اور تجارت سے بہتر ہے۔“

بہر حال یہ ان کے جھوٹ اور من گھڑت باتیں ہیں، اسی طرح یہ لوگوں کو وہم دلاتے ہیں، درحقیقت یہ لوگ حق اور درست بات سے بہت دور ہیں۔

فہرست

1	روزے کی فضیلت	جواہر یارے
2	دین کے بنیادی اصول (۳۲)	کلمہ طیبہ
4	جشن آزادی یا.....؟	اداریہ
6	تفسیر سورۃ ق..... (۶)	درس قرآن
9	توفیق الباری	درس حدیث
11	نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ کا حکم	افتاء
13	احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی (۶) آخری (محمد ضییب احمد)	تحقیق و تنقید
18	بیس رکعت تراویح..... (۲)	تحقیق و تنقید
23	رمضان ماہ صدقات	احکام و مسائل
26	اُستاذ العلماء ابو الیٰسعیم عبدالکریم	تذکرہ علمائے اہل حدیث
32	فہرست کتب	فہرست کتب
35	پانی کی رو	شعر و ادب

جشن آزادی یا.....؟

ملک عصمت اللہ

اداریہ

گواہ کی بار، ملک میں کچھ تباہ کن سیلاب کے پیش نظر اور کچھ رمضان المبارک کے باعث جشن آزادی کا رنگ قدرے پھیکا رہا تاہم یوم آزادی آیا ضرور لیکن ہمارے غور و فکر کے لیے کئی سوال چھوڑ گیا۔

پہلا سوال یہ ہے کہ آزادی ہے کیا؟ آزادی کی کوئی جامع و مانع تعریف ہمارے سامنے نہیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آزادی کا مفہوم، سیاسی، معاشی، معاشرتی، مذہبی اور کئی دیگر پہلوؤں پر محیط ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اسے اپنے لفظوں میں بیان کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ کسی ملک کی سیاسی اور حکومتی قیادت طاغوت کی سیاسی جکڑن سے آزاد ہو اور وہ اپنے فیصلے کرنے میں خود مختار ہو، ملکی معیشت اندرونی طور پر مستحکم اور بیرونی قرضوں سے آزاد ہو اور اسے ملکی وسائل پر مکمل اختیار ہو، عوام اپنوں اور غیروں کی چیرہ دستیوں، ان کے ظلم اور نا انصافیوں سے محفوظ ہوں، انصاف کا بول بالا ہو اور عوام کو انصاف ان کی دہلیز پر میسر ہو، شہریوں کو ان کے بنیادی حقوق اور ضروریات زندگی میسر ہوں، جان و مال محفوظ ہوں تاکہ وہ آزادی سے زندگی بسر کر سکیں۔

اگر آزادی کی اس تعریف کے ان اجزاء پر نگاہ ڈالی جائے تو ان میں سے کوئی ایک بھی چیز ایسی نہیں جو مزعومہ آزادی سے پہلے میسر نہ ہو یا یہ چیزیں عوام کے لیے اپنے اندر اس قدر کشش رکھتی ہوں جس کے لیے لوگ لاکھوں جانوں کے نذرانے پیش کرنے اور کروڑوں عصمتیں لٹانے پر آمادہ ہو جائیں۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ وہ آخر کونسی چیز تھی جس کے لیے لوگ قربانیاں دینے پر آمادہ ہوئے بلکہ عملاً دے بھی گزرے۔ وہ بس ایک ہی نعرہ تھا جو تحریک پاکستان میں حدت پیدا کرنے کے لیے عوام کو دیا گیا تھا اور وہ تھا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ یہ حکمت عملی کامیاب رہی، اس نعرے نے عوام کے اندر ایک روح بیدار کر دی اور تحریک کے تین مردہ میں جان پڑ گئی اور وہ ایک طوفانی تحریک کی شکل اختیار کر گئی اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ ہمیں اس امر کا جائزہ لینا ہوگا آیا آج کا پاکستان مسلمانوں کو دکھائے گئے خوابوں اور اس سے پیدا ہونے والی آرزوؤں اور تصورات کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے؟

پاکستان بنا تو چند ماہ بعد اس کے بانی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ لیاقت علی خان کو اور ولپنڈی کے لیاقت باغ میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد اقتدار پر سیکولر لوگ قابض ہو گئے گویا منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ پھر بیوروکریسی اور سیاست دانوں نے وہ کھل کھلیا کہ الامان والی تحفظ۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے دعوے کو نعرہ بنا کر پس پشت ڈال دیا گیا اور اس ملک کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کی بجائے جمہوریت کے نام پر جاگیر داروں کے سپرد کر دیا گیا یا پھر فوجی آمرانہ آمریت کی تجربہ گاہ بنانے کا شوق فرماتے رہے۔

ایوبی دور میں ملک نے صنعتی اعتبار سے بلاشبہ ترقی کی جس کو امریکہ برداشت نہ کر سکا۔ لیکن ایوب خاں ذہنی طور پر دین سے لاعلم بلکہ سیکولر نکلے۔ اس نے نہ صرف اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین مشہور لا دین دانشور ڈاکٹر فضل الرحمن کو مقرر کیا بلکہ ملک میں غیر شرعی اور غیر اسلامی عائلی قوانین کا نفاذ بھی کیا۔

بچی خان شرابی اور بدکردار شخص تھا۔ اس کے دور نامہ مسعود میں ملک دولخت ہوا۔ جنرل ضیاء الحق اگرچہ ذہنی ساخت اور عقائد کے لحاظ سے درست فکر کے حامل تھے لیکن وہ بھی اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے عملاً کوئی قدم اٹھانے کی بجائے اس کا استخارہ ہی کرتے رہے۔ مشرف آیا تو وہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گیا۔ وہ اگرچہ سید ہونے کا دعوے دار تھا لیکن وہ ذہناً قادیانیت کا پشت پناہ اور عملاً سگ پسند، ساز و آواز کا رسیا اور نکلیں مزاج تھا۔ اس کی حیثیت امریکی بغل بچے سے زیادہ نہ تھی۔ اس لیے اس کا دور اس لحاظ سے ملک کے لیے منحوس رہا کہ اس نے ملک کو مکمل طور پر امریکی دسترس میں دے دیا۔ لال

مسجد کا سانحہ اس کے دور کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ اس نے ملک کو ایسی جنگ میں الجھا دیا جو کسی بھی معنی اور کسی بھی صورت میں پاکستان کی جنگ نہ تھی۔ رہی سیاسی و مذہبی جماعتیں تو ان کا کردار کبھی قابل رشک نہ رہا۔ ایک جماعت پاکستان کی خالق ہونے کے دعوے کے باوجود ہر آمر کے دور میں اس کی بیساکھی بنتی رہی۔ دوسری پر پاکستان کو توڑنے کا الزام ہے۔ اسے ملک و قوم کی بد نصیبی ہی سمجھئے کہ اس سے آج تک کوئی ایسا قائد نصیب نہیں ہوا جو ملک کو موجودہ پستیوں سے نکال کر اوج رفعت سے ہم کنار کرے۔ رہی مذہبی جماعتیں تو ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی جماعت کی حلیف ہی رہی، جو حلیف نہ بنیں وہ قوم کو کبھی کوئی قابل عمل راہ نمائی اور لائحہ عمل نہ دے سکیں کیوں اسلام صرف نعرے ہی نغروں سے تو نہیں آتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک کے عروج و زوال میں قیادت کا کردار ہمیشہ کلیدی حیثیت کا ہوتا ہے۔ بھارت اور چین کو دیکھئے ہمارے ساتھ ہی وہ بھی آزاد ہوئے لیکن یہ ممالک اپنی قیادت کی مخلصانہ راہنمائی کی بدولت سیاسی اور اقتصادی طور پر مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر کھڑے ہو چکے ہیں لیکن ہماری بد نصیبی کا اندازہ کیجئے کہ ہمیں ایسی قیادت میسر آتی رہی جو عموماً نہ صرف کرپشن کے الزامات سے ”روشن“ رہی بلکہ کرپٹ لوگوں کی معاون و مددگار ہونا ان کی اضافی خوبی نمایاں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ممالک حالیہ سیلاب کی مصیبت میں نقد مدد فراہم کرنے سے گریزاں ہیں کہ انہیں پاکستان کی قیادت کی دیانت پر اعتماد نہیں۔ مشہور برطانوی اخبار ”ڈیلی ٹیلیگراف“ کی رپورٹ کے مطابق صدر آصف علی زرداری کی حکومت میں زلزلہ زدگان کی بیرونی امداد کے تیس کروڑ پاؤنڈ کے استعمال کا کوئی حساب موجود نہیں بلکہ امداد کے غلط استعمال ہونے کے شواہد زیادہ ہیں کیوں کہ زلزلہ سے تباہ شدہ سکول، ہسپتال، سڑکیں اور دیگر عمارتیں آج تک تعمیر نہیں ہوئیں۔ [روزنامہ انصاف، ۱۵ اگست ۲۰۱۰ء]

ہماری انہی حرکتوں کے باعث ملک مسلسل بحرانوں کا شکار چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا آدھا ملک بدترین سیلاب کی زد میں ہے جس میں ہزاروں افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ متاثرین کی تعداد ڈیڑھ کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اس پر ہمارے حکمرانوں اور سیاسی قائدین کی ڈھٹائی اور خدا بے خوئی کا عالم یہ ہے کہ کہتے ہیں ہم سیلاب کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ سبحان اللہ۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شور بہ۔ ہمارے حکمرانوں کی عجب شان بے نیازی ہے کہ عوام کو طاقت کا سرچشمہ ہونے کا راگ الاپنے کے باوجود عوام کو سیلاب کے گرداب میں پھنسا چھوڑ کر فرانس اور برطانیہ کے دورے پر چلے گئے۔ برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرن کے بھارت میں دیئے گئے مسلمان اور پاکستان دشمن بیانات کو کبھی نظر انداز کر دیا اور عوام کی بھرپور مخالفت کی بھی کوئی پروا نہیں کی گئی بلکہ الٹا انہیں ملک دشمن قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ صدر کو دورہ برطانیہ کے دوران تو بین آرمیز سلوک کا سامنا کرنے کی خبر بھی چند دن میڈیا میں گردش کرتی رہی۔

اندرون ملک اس سے بھی بدتر حالت ہے۔ امن و امان نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہر طرف خوف کے سائے لہرا رہے ہیں۔ ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ هنوز جاری ہے، دہشت گردی ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتی، حکومت ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی مثال بنی کھڑی ہے۔ البتہ پراپیگنڈے کے زور پر دیگر تنظیموں خصوصاً مذہبی تنظیموں کو دہشت گرد باور کرایا جا رہا ہے لیکن حالات کے جھرنوں سے چھن چھن کر باہر آنے والی امریکی دہشت گردی نہ روکی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی مذمت کا حوصلہ حکومت کرپانی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ شمالی وزیرستان میں عین یوم آزادی کے دن ڈرون حملے کئے گئے جس میں پندرہ افراد شہید ہو گئے۔ کیا یہ امریکہ کی ریاستی دہشت گردی نہیں؟ ایک اخبار میں آنے والی خبر کے مطابق ابھی ہفتہ عشرہ قبل فضائی سانحہ کا کھرابلیک واٹر تک جا پہنچتا ہے جس میں کراچی سے آنے والا مسافر طیارہ دامن کوہ میں گر دیا گیا اور اس طیارے میں سوار ڈیڑھ سو کے قریب بے گناہ افراد شہید ہوئے کیا یہ دہشت گردی نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے عوام نے اپنی قیادت کے انتخاب میں ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے اور ہر بار ایسی قیادت کا انتخاب کیا ہے جو اخلاق سے محروم اور کردار سے تنہی دامن رہی۔ فی الوقت ہم حکم رانوں کے لیے دعائی کر سکتے ہیں کہ اللہ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ انہیں بھی چاہیے کہ وہ اپنی روش تبدیل کر کے اگر اپنے عرصہ اقتدار کو خوش گوار نہیں بنا سکتے تو کم از کم گوارا ہی بنالیں۔

اس کے ساتھ عوام کو بھی اپنی روش تبدیل کرنی ہوگی۔ انہیں ذاتی مفادات کو چھوڑ کر ایسی قیادت منتخب کرنی ہوگی جو قابل، دیانت دار اور مختاری ہو۔ تب ہی اس کے فیصلوں اور کاموں میں خیر و برکت ہوگی۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔

تفسیر سورہ ق

مولانا ارشاد الحق اشری

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيفٌ﴾ [ق: ۴]

”تحقیق ہم جانتے ہیں جو کچھ ان میں سے زمین کھا جاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔“

یہ کفار کے پہلے شبہ کا جواب ہے کہ بے شمار انسانوں کے اجسام جو زمین میں دفن ہو کر مٹی میں مل گئے ہیں، ان کے اعضاء معلوم نہیں کہاں کہاں ہیں، خاک کی اجزا خاک میں مل گئے، دریا یا پانی میں ڈوب کر مر گیا تو دریائی جانوروں کا جزو بدن بن گیا، درندوں نے چیر پھاڑ کھایا تو وہ بھی کئی جانوروں کے جسم کا حصہ بن گیا، جل مرا تو اس کی راکھ فضا میں بکھر گئی، اس لیے ان تمام انسانوں کا از سر نو حشر و نشر بعید از عقل ہے۔

جواباً فرمایا گیا ہے: کہ یہ بات اگر تمہاری عقل و فکر سے بعید ہے اور تمہاری اس حوالے سے معلومات بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں، تو کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ سب معلومات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی دسترس سے بھی باہر ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں، انسان مٹی میں دفن ہو کر مٹی ہو جائے، زمین پر سیڑیوں انقلابات آجائیں، تب بھی یہ ساری حالتیں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ انسانی اعضاء خواہ کتنے ہی پرانہ ہو کر بکھر جائیں، وہ جہاں کہیں بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے انہیں جمع کر کے انسان کو دوبارہ زندہ کر لیں گے اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علم کے علاوہ اس کے پاس ایک ایسی عظیم الشان کتاب ”لوح محفوظ“ ہے، جس میں سب کچھ محفوظ ہے، تمام واقعات کی محافظ اور ان کا ریکارڈ رکھے ہوئے ہے، اور اس کا رخانہ عالم کے تمام حالات کلی و جزوی، اجمالی و تفصیلی اس میں درج ہیں۔

”حفیظ“ کے معنی میں یہاں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ یہاں ”محفوظ“

مراد ہے کہ وہ کتاب تغیر و تبدل اور کاٹ چھانٹ سے محفوظ ہے، اور دوسرا یہ کہ یہاں بمعنی ”حافظ“ ہے کہ یہ کتاب ان (فوت شدگان کے) تمام احوال و ظروف کی حافظ ہے، اور یہ لفظ قرآن مجید میں اسی معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيفٌ عَلَيْهِمْ﴾

[الشوری: ۶]

”اور جنہوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا کارساز بنالیا ہے

اللہ ان سب کا نگہبان ہے۔“

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيفٌ عَلَيْهِمْ﴾

[یوسف: ۵۵]

”زمین کے خزانوں کا انتظام میرے سپرد کر دیں میں ان کی

خوب نگرانی کرنے والا (حساب کتاب) جاننے والا ہوں۔“

گویا خبردار کیا گیا ہے کہ جس طرح یہ کتاب تمام جزئیات کی حافظ و نگہبان ہے اسی طرح میں بھی ایک ایک جزئی کو جانتا ہوں، کوئی چیز میری معلومات سے خارج نہیں۔

قرآن مجید میں ان دونوں پہلوؤں سے تمام اجزا کے علم کا تذکرہ دیگر آیات میں بھی موجود ہے۔

چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿الَّذِينَ يَخْلُقُونَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

”کیا وہ نہیں جانتا کہ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے وہ تو بڑا

باریک بین خبردار ہے۔“ [الملک: ۴]

﴿قُلْ يُحِصِّيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ

﴿وَمَا مِنْ دَآئِبَةٍ فِى الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِى كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ [ہود: ۶]
 ”اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو، اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کہاں سونپا جاتا ہے، سب کچھ ایک کھلی کتاب میں درج ہے۔“

انسان ہی نہیں، زمین پر ادنیٰ سے ادنیٰ اور حقیر تر کیڑے کے رہنے کی جگہوں کو بھی جانتا ہے، کہ وہ شکم مادر سے لے کر کس بل میں، کس پتھر میں اور کس گھونسلے میں رہ رہا ہے، یہ بھی جانتا ہے کون کہاں کب تک رہے گا اور دوسری جگہ اپنا پیرا کب بنائے گا، اس علیم وخبیر کو یہ سب معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ، یہ سب معلومات کتابِ مبین میں بھی محفوظ ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّى لَتَأْتِيََنَّكُمْ عَلِيمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمُوتِ وَلَا فِى الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِى كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ [سبا: ۳]

”اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ کہہ دیجیے میرے عالم غیب رب کی قسم! ضرور آئے گی، اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں، نہ ذرے سے بڑی اور نہ ہی چھوٹی، یہ سب کچھ کتابِ مبین میں درج ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کے علاوہ لوح محفوظ میں ہر چیز کے محفوظ ہونے کا ذکر ایک اور جگہ یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبُرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِى ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِى كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ [الانعام: ۵۹]

”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے،

عَلِيمٌ ۝ الَّذِى جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقَدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِى خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝﴾ [یس: ۸۱، ۷۹]

”اے نبی ﷺ کہو، ان (بوسیدہ ہڈیوں) کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا، اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے، وہی جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے اپنے چولہے روشن کرتے ہو، کیا وہ جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جسموں کو (دوبارہ) پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں، جب کہ وہ ماہر پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔“

﴿وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ فَاصْصَبْ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝﴾ [الحجر: ۸۵، ۸۶]

”اور بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے آپ اچھی طرح درگزر کریں، بے شک آپ کا رب سب کو پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔“

ان آیات میں منکرین قیامت کے جواب میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفت خالقیت کے ساتھ صفت علیم وخبیر کا ذکر اسی تناظر میں ہے کہ وہ خوب جانتا ہے، اس سے کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں، جب چاہے گا تمام ذرات کو جمع ہونے کا حکم دے گا اور وہ اسی طرح دوبارہ انسان بن جائے گا جس طرح پہلے بنایا گیا تھا۔

انسان کے اس ریکارڈ کے بارے میں محفوظ ہونے کا ذکر بھی جا بجا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا يَعْزُبُ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ وَمَا يَنْفُصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِى كِتَابٍ﴾ [فاطر: ۱۱]

”نہ کسی عمر والے کو زیادہ عمر ملتی ہے اور نہ ہی کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔ مگر (یہ سب) لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔“

اسی طرح فرمایا گیا:

[ابوداؤد، رقم: ۱۰۴۷، عن اوس بن اوس رضى الله عنه]

”اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو حرام قرار دیا ہے۔“

انبیائے کرام کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کا چاہیں جس جسد خاکی باقی رکھنے پر قادر ہیں۔ علامۃ الناس کے بارے میں یہی حکم ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کے علاوہ ان کے اجساد محفوظ نہیں رہتے، اسی سے انسان کو اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کریں گے، جس طرح درختوں اور جڑی بوٹیوں کے بیج زمین میں پیوست ہو جاتے ہیں اور وقت آنے پر وہ زمین سے نکلتے ہیں اور زمین لہلہا اٹھتی ہے۔ اسی طرح اس ریڑھ کی ہڈی سے وقت موعود پر انسان پیدا ہو کر اٹھیں گے، یہ سب کچھ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

مولانا حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی کا انتقال پر ملال

مولانا حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع شیخوپورہ) ۳ رمضان المبارک (۱۳/ اگست ۲۰۱۰ء) بروز ہفتہ (رات) وفات پا گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف ضلع شیخوپورہ کی ایک متحرک، دینی و سیاسی، سماجی شخصیت تھے۔ جامعہ رحمانیہ اڈالاریاں فاروق آباد ضلع شیخوپورہ کے بانی تھے۔ یہاں انہوں نے مسلک اہل حدیث کی تبلیغ کے سلسلے میں ہر سال اہل حدیث کانفرنس کے علاوہ متعدد پروگرام کرائے۔ ان پروگراموں میں ہمیشہ جدید علمائے کرام کو دعوت خطاب دی جاتی تھی۔ بے شمار لوگوں نے مسلک اہل حدیث کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسے قبول کیا۔ حافظ صاحب موصوف مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے بزرگ رہنما تھے۔ انہوں نے فاروق آباد میں خطابت کے ساتھ ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا تھا۔ ان کے سیکڑوں شاگرد ہیں۔ موصوف ایک مرنجاء عالم دین تھے۔ ہنس مکھ اور دریا دل شخصیت تھے۔ اپنی دوروزہ سالانہ اہل حدیث کانفرنس میں کھانے کا بھی وسیع انتظام فرمایا کرتے تھے۔ لوگ جوق در جوق دور دراز مقامات سے اس کانفرنس میں شرکت کی غرض سے تشریف لاتے تھے۔

مرحوم ایک عرصے سے علیل چلے آ رہے تھے۔ ان کی نماز جنازہ فاروق آباد میں قائم ان کے مدرسے میں مولانا عتیق اللہ سلفی (ستیانہ بگلہ، فیصل آباد) نے پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ ان کے گاؤں ڈیرہ ملائکہ میں پڑھائی گئی۔ مولانا عبدالحمید عامر (جہلم) نے امامت کرائی۔ جنازے میں بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب گورداس پوری، حضرت الامیر پروفیسر ساجد میر، مولانا ارشاد الحق اثری کے علاوہ سیکڑوں علماء و طلباء نے شرکت کی۔

ادارہ الاعتصام مرحوم کی وفات پر ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

[محمد سلیم چنیوٹی، منیجر الاعتصام لاہور]

درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو، زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو، خشک و تر سب کچھ ایک کتاب مبین میں درج ہے۔“
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے فرمایا لکھ، اس نے عرض کیا میں کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا جو ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا، سب لکھ۔“ [ترمذی، رقم: ۲۱۵۵]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے بارے میں اپنے فیصلے زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل ثبت فرمادیئے تھے۔

[صحیح مسلم، رقم: ۶۷۴۸]

اسی کتاب مبین اور لوح محفوظ میں سارا ریکارڈ محفوظ ہے، ریکارڈ کا یہ دفتر زمانہ جاہلیت میں تو شاید کسی کو سمجھ میں نہ آتا ہو، مگر موجودہ سائنسی انکشافات اور کمپیوٹری ڈیز سے جو باتیں دیکھنے، سننے میں آ رہی ہیں اس کے بعد اس کا انکار محض ہٹ دھرمی اور عناد پر مبنی ہے۔

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہاں بھی دفن ہو یا جہاں اس کا مقدر ہو وہاں پہنچ کر انسان تو ختم ہو جاتا ہے، مگر اس کی ریڑھ کی ہڈی محفوظ رہتی ہے اسی سے انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمٌ وَاحِدٌ وَهُوَ عَجْبُ الذَّنْبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) [مسلم، رقم: ۷۴۱۴]

یہ عمومی حکم ہے، مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے جس اپنے بندے کا جسد خاکی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں وہ محفوظ رہتا ہے، مٹی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول ٹالامار باغ۔ لاہور)

وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ اللَّهُمَّ ابْسِطْ عَلَيْنَا مِنْ
بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ، اللَّهُمَّ
إِنِّي أَسْأَلُكَ النِّعَمَ الْمُقِيمَ الَّذِي لَا يَحُولُ وَلَا
يَزُولُ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النِّعَمَ يَوْمَ الْعِيلَةِ،
وَالْأَمْنِ يَوْمَ الْحَرْبِ، اللَّهُمَّ عَائِذًا بِكَ مِنْ سُوءِ
مَا أَعْطَيْتَنَا، وَشَرِّ مَا مَنَعْتَ مِنَّا، اللَّهُمَّ حَبِّبْ
إِلَيْنَا الْإِيمَانَ وَزَيْنَهُ فِي قُلُوبِنَا، وَكَرِهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ
وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ،
اللَّهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ، وَاحِينَا مُسْلِمِينَ،
وَالْحَقِّنَا بِالصَّالِحِينَ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُونِينَ،
اللَّهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ،
وَيُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ، وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ
وَعَذَابَكَ اللَّهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ،
إِلَهَ الْحَقِّ.)) [صحيح]

”عبید بن رفاعہ زرقی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں احد کے
دن جب مشرکین منتشر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا برابر
ہو جاؤ تا کہ میں اپنے رب کی حمد بیان کروں۔ صحابہ نے آپ کے
پیچھے صفیں بنائیں آپ نے یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! تمام تر حمد
تیرے ہی لیے ہے جو تو پھیلا دے اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں جو تو دور
کردے کوئی اسے نزدیک کرنے والا نہیں جسے تو نزدیک کر دے
اسے کوئی دور کرنے والا نہیں جسے تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں
جس سے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اے اللہ! ہم پر اپنی

۷۱۹. عن ابن عمر قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
يَدْعُو: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي
دِينِي وَأَهْلِي، وَاسْتُرْ عَوْرَتِي، وَآمِنْ رُوعَتِي،
وَاحْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ
يَمِينِي، وَعَنْ يَسَارِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِكَ
أَنْ أَغْتَالَ مِنْ تَحْتِي.)) [صحيح]

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ
یہ دعا بھی کیا کرتے تھے، اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت
میں عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال
کرتا ہوں عافیت کا اپنے دین میں اور اپنے اہل میں میرے
عیبوں پر پردہ ڈال دے۔ میرے خوف کو امن سے بدل دے
میری حفاظت فرما آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے
اوپر سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ اپنے
نیچے سے ہلاکت میں پھنسا لیا جاؤں۔“

۷۲۰. عن عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرْقِيِّ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أَحُدٍ، وَانْكَفَأَ الْمُشْرِكُونَ،
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اسْتَوْا حَتَّى أُتْبِيَ
عَلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ)) فَصَارُوا خَلْفَهُ صُفُوفًا،
فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، اللَّهُمَّ لَا
قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا مَقْرِبَ لِمَا بَاعَدْتَ،
وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ، وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ،

برکاتِ رحمتِ فضل اور رزق کو پھیلا دے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے وہ نعمت مانگتے ہیں جو نہ فرسودہ اور نہ زائل ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے تنگی کے دن نعمت اور جنگ کے دن امن کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو تو نے ہم کو دی ہے، اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم سے روک لی ہے۔ اے اللہ! ایمان کو ہمارے لیے محبوب بنا دے اور ہمارے دلوں میں اس کو مزین کر دے کفر اور فسق اور نافرمانی کو ہمارے لیے ناپسندیدہ بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنا دے۔ اے اللہ! ہم کو مسلمان ہونے کی حالت میں موت دے، اور مسلمان ہونے کی حالت میں زندہ رکھ اور ہم کو صالحین کے ساتھ ملا دے نہ ہم رسوا ہوں نہ فتنہ میں پڑنے والے ہوں۔ اے اللہ! کافروں پر لعنت کر جو تیری راہ سے روکتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان پر سخت ترین عذاب اور غصہ نازل فرما اور ان کافروں پر بھی اپنا عذاب نازل فرما جنہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ اے اللہ العالمین! ہماری دعائیں قبول فرما۔“

باب: الدعاء عند الکرب

بے چینی کے وقت دعا کرنا

۷۲۱۔ عن ابن عباس قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُو عِنْدَ الْكَرْبِ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ.)) [صحيح البخارى]

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بے چینی کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں عظمت والا اور حلیم ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے اور رب ہے عرشِ عظیم کا۔“

۷۲۲۔ عن عبدِ الرحمن بن بَكْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ لِأَبِيهِ: يَا أَبَتِ، إِنِّي أَسْمَعُكَ تَدْعُو كُلَّ غَدَاةٍ:

((اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ)) تُعِيدُهَا ثَلَاثًا حِينَ تُمَسِّي وَحِينَ تُصْبِحُ ثَلَاثًا، وَتَقُولُ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ)) تُعِيدُهَا ثَلَاثًا حِينَ تُمَسِّي وَحِينَ تُصْبِحُ ثَلَاثًا؟ فَقَالَ: نَعَمْ يَا بُنَيَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ بِهِنَّ، وَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَسْتَنْ بِسُنَّتِهِ. قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((دَعَاوَاتِ الْمَكْرُوبِ: اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو وَلَا تَكْلِنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.)) [حسن]

”عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے اپنے باپ ابوبکرہ سے کہا اے باپ میں آپ کو سنتا ہوں کہ تم ہر صبح یہ دعا کرتے ہو۔ اے اللہ! مجھے میرے بدن میں عافیت دے، اے اللہ! میرے کانوں کو عافیت دے، اے اللہ! میری آنکھوں کو عافیت دے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ آپ اس کو صبح شام تین تین مرتبہ لوٹاتے ہیں آپ یہ بھی دعا کرتے ہیں، اے اللہ! میں تجھ سے کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں آپ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ اس کو بھی صبح شام تین تین مرتبہ پڑھتے ہیں، فرمایا: ہاں میرے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا ہے اور میں آپ کی سنت پر عمل کرنا پسند کرتا ہوں اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے چینی میں مبتلا ہونے والے کے لیے یہ دعا ہے، اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں اور پلک جھپکنے کے برابر بھی مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میری ہر حالت کو درست فرما دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ کا حکم

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

مسک کے قائل امام ابو جعفر باقر، شععی، امام نخعی اور قاضی شریع ہیں۔
چوتھی دلیل: یہ دونوں اپنے مال میں اضافہ نہیں کر سکتے، اگر ہر سال زکوٰۃ دینی پڑ گئی تو ان کا مال تقریباً ختم ہو جائے گا۔ اور ان کو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے پڑیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ وجوب زکوٰۃ کی علت، مال میں نمو (اضافہ) کا پایا جاتا ہے۔ اور موجودہ صورت میں یہ ناپید ہے۔

دوسرے مسک کے دلائل

حسن بصری رحمہ اللہ، اور حنفیہ کے نزدیک، زکوٰۃ کھیتی اور باغ میں تو ہے یعنی عشر، باقی اموال میں نہیں ہے۔ یہی مسک زید بن علی اور امام جعفر رحمہ اللہ کا نقل کیا گیا ہے۔ [بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۱۰ اور بحر الزحار، ج: ۲، ص: ۴۲]
دوسرے مسک کے دلائل وہی ہیں جو پہلے مسک میں بیان کیے گئے ہیں اور فرق کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کھیتی اور باغ میں، نمو کا وجود پایا جاتا ہے۔ لیکن سونا، چاندی اپنی حقیقت کے لحاظ سے نمو نہیں رکھتے۔

تیسرے مسک کے دلائل

یعنی جو لوگ نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ کے قائل ہیں:
اس مسک کے قائلین میں صحابہ میں سے حضرت عمر، عبداللہ بن عمر، حضرت علی، عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم ہیں۔
تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح، جابر بن زید، طاؤس، مجاہد اور مشہور ائمہ کرام میں سے مالک، شافعی، احمد، اسحاق، ابن ابی لیلیٰ، ابن عبیدہ، ابو عبیدہ اور ابو ثور رحمہم اللہ ہیں۔
شیعہ حضرات میں سے یہی مسک ہادی اور مؤید باللہ کا ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

مسلم بالغ عاقل کے مال میں جب کہ وہ نصاب کو پہنچ جائے، زکوٰۃ واجب ہے۔ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔
نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ کے بارے میں تین مسک ہیں:
①..... جو وجوب زکوٰۃ کا قائل نہیں ہے مطلقاً۔
②..... بعض اموال میں زکوٰۃ ہے، بعض میں نہیں۔
③..... دونوں کے مال میں زکوٰۃ علی الاطلاق واجب ہے۔

پہلے مسک کے دلائل

پہلی دلیل: ان حضرات نے زکوٰۃ کے اس پہلو کو لیا ہے کہ زکوٰۃ نماز کی طرح ایک عبادت ہے، اور عبادت میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن نابالغ اور مجنون کے لیے نیت ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا ان پر عبادت واجب نہیں ہے، اور نہ وہ اس کے مخاطب ہیں۔ یعنی جس طرح نماز کا وجوب ساقط ہے نیت کے نہ ہونے کی بنا پر، اس طرح زکوٰۃ بھی ساقط ہے۔ دونوں کی علت ایک ہی ہے۔

دوسری دلیل: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے افراد مرفوع القلم ہیں، یعنی مکلف نہیں ہیں:

- ۱۔ بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔
- ۲۔ سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔
- ۳۔ اور مجنون یہاں تک کہ ہوش میں آجائے۔ [حدیث بروایت ابو داؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ، کتاب الحدود۔ اس کی اسناد صحیحہ حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے۔]

تیسری دلیل: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾

ان دونوں کے بارے میں تطہیر کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس

①..... وہ تمام آیات اور احادیث صحیحہ جن میں عمومی طور پر زکوٰۃ کو واجب قرار دیا گیا ہے، (اغنیاء کے مال میں) اور وہاں کوئی استثناء نہیں پایا جاتا۔ مثلاً ﴿خذ من اموالہم صدقة.....﴾ اسی طرح مشہور حدیث:

((تَوَخَّذْ مِنْ اَغْنِيائِهِمْ وَتُرِدْ اِلَى فُقَرَائِهِمْ))

واضح رہے کہ اگر نابالغ اور مجنون، فقیر ہو تو وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں، یا ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ غنی ہو تو ان سے زکوٰۃ لینی چاہیے۔

②..... امام شافعی کی روایت ہے بواسطہ یوسف بن ماکہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ابْتَغُوا فِي مَالِ الْيَتِيمِ لَا تَذْهَبْهَا الصَّدَقَةُ.))

یہ روایت مرسل ہے، لیکن صحابہ کے اقوال سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور طبرانی کی روایت ہے بواسطہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جس کے الفاظ ہیں:

((اتَجَرُوا فِي مَالِ الْيَتَامَى لَا تَأْكُلْهَا الزَّكَاةُ))

قال الهيتمي اسنادہ صحیح .

[مجمع الزوائد، ج: ۳، ص: ۶۷]

اسی طرح ترمذی کی روایت ہے بواسطہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ فَلْيَتَجَرَّ فِيهِ وَلَا

يَتَرَكَهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ)) وفي سندہ مقال لیکن اس معنی کے تائید حضرت عمر کے قول سے ہوتی ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں:

اسنادہ صحیح وله شواهد عن عمر .

[السنن الکبریٰ، ج: ۴، ص: ۱۰۷]

ان احادیث سے استدلال اسی طرح کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یتیموں کے مال کو تجارت کے ذریعہ بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے زکوٰۃ کا وجوب نکلتا ہے۔

③..... تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اچھی خاصی تعداد جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس مسلک کی قائل ہے اور ان کی مخالفت

میں کسی اور صحابی کا قول نظر نہیں آتا۔ [ملاحظہ ہو، کتاب الاموال ابو عبیدہ، ص: ۳۳۸]

واضح رہے کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے جو قول اس مسلک کے خلاف منقول ہے وہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

[ملاحظہ ہو: المحلی، ج: ۵، ص: ۲۰۸، اور مرعاة المفاتیح شرح

مشکوٰۃ المصابیح للمبارکفوری، ج: ۳، ص: ۲۵]

تیسرے مسلک والوں نے زکوٰۃ کے بارے میں، اس پہلو کو سامنے رکھا ہے کہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ فِي اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِلنَّاسِ وَالْمَحْرُومِ﴾

اور یہ بات بھی واضح رہے کہ زکوٰۃ کا تعلق مالی حقوق سے ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا تھا:

والله لا قاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة،

بان الزكاة حق المال [کما ثبت فی

الصحيحين.]

اور یہ بات بھی واضح رہے کہ نابالغ اور مجنون، دوسرے حقوق العباد کے راہ میں مانع نہیں ہیں تو زکوٰۃ کی راہ میں کیسے مانع ہوں گے۔ مثلاً ضمان المتلفات وتعدیات الجنایات وغیر ذلک۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ اور ظاہریہ کا مسلک، دلائل کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے۔

حنفیہ نے نابالغ مجنون کے مال میں عشر واجب قرار دیا ہے اور اسی طرح صدقہ فطر بھی ان کے مال میں واجب قرار دیا ہے۔ لیکن دوسرے اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں قرار دی۔ معقول بات یہ ہے کہ جن کے مال میں عشر واجب ہو، ان کے دوسرے اموال میں زکوٰۃ بھی واجب ہونی چاہیے۔ یہ فرق کرنا جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں ہے۔

الغالب فی الاولی معنی المتونة دون الثانية.

[ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۴]

لیکن یہ ایسی تفریق ہے جس کی بنیاد نہ کسی شرعی دلیل پر ہے اور نہ عقلی دلیل پر۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: [بداية المجتهد، ج: ۱،

ص: ۲۰۹، المحلی لابن حزم، ج: ۵، ص: ۲۰۸]

احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی رحمہ اللہ

محمد خبیب احمد (ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد)

فضیل بن فضالہ کا اثر:

امام البانی نے اپنی تائید میں تیسرا اثر فضیل بن فضالہ کا بیان کیا ہے۔ چنانچہ حافظ لا لکائی رقم طراز ہیں:

أخبرنا علي بن محمد بن عمر! قال أخبرنا عبد الرحمن بن أبي حاتم قال ثنا أبو زرعة الرازي قال ثنا عبد الله بن عبد الجبار الخبائري قال ثنا الحكم بن الوليد الوحاظي قال سمعت الفضيل بن فضالة الهوزي! يقول إن الله يهبط إلى سماء الدنيا ليلة النصف من شعبان فيعطى رغاباً ويفك رقاباً ويفخم عقاباً.

”فضیل بن فضالہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور ہر محبوب کو عطا فرماتے ہیں۔ گردنوں کو آزاد کرتے ہیں اور وافر جزا عطا فرماتے ہیں۔“ [شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، ج: ۳، ص: ۴۵۲، رقم: ۷۷۳]

اس اثر کے راوی بھی ثقہ و صدوق ہیں مگر اس قول کے قائل فضیل کی توثیق مطلوب ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ (التاریخ الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۲۰، ۱۲۱) اور حافظ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (الجرح والتعديل، ج: ۱، ص: ۴۳، ترجمہ: ۴۲۱) نے اسے ذکر کر کے کوئی کلمہ توثیق یا تخریج ذکر نہیں فرمایا۔

البتہ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے (الثقات، ج: ۵، ص: ۲۹۵) میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حافظ ابن

حبان رحمہ اللہ کے اسی قول کی اساس پر اسے مقبول قرار دیا ہے۔

[التقریب: ۶۱۰۹]

یعنی جب اس کی متابعت موجود ہوگی تو اس کی روایت مقبول ہوگی بصورت دیگر مردود۔

باقی رہا حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کا مجہول راویان حدیث کو کتاب الثقات میں ذکر کرنے میں تساہل معروف ہے۔ اس لیے ان کا اسے الثقات میں ذکر کرنا بھی دائرہ جہالت سے باہر نکال نہیں سکتا۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ یہ اثر بھی اپنے قائل کے مجہول ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار اور ضعیف ہے۔ نیز امام البانی رحمہ اللہ کے استدلال پر بھی دلالت نہیں کرتا۔ فلیتدبر!

تنبیہ (۱):

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تاریخ الاسلام (حوادث ووفیات: ۱۰۱-۱۲۰ھ، ص: ۲۱۶) فرماتے ہیں: وکان ثقہ کہ فضیل بن فضالہ ثقہ ہیں۔

مگر دلائل امام ذہبی رحمہ اللہ کے اس قول کے مؤید نہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس نسیان کی وجہ یہ ہے کہ دوراوی ہم نام ہیں۔ ایک القیسی کے لقب یا نسبت سے معروف ہیں جب کہ دوسرے الہوزنی کی نسبت سے۔ پہلے راوی ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمہ اللہ، امام ابو حاتم رحمہ اللہ (الجرح والتعديل، ج: ۱، ص: ۴۳، ترجمہ: ۴۲۰) اور امام شعبہ رحمہ اللہ (الثقات لابن شاہین، رقم: ۱۱۲۳) وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور مؤخر الذکر مجہول ہیں جیسا کہ اوپر امام بخاری رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل ہو چکا ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں ائمہ کی متابعت میں ان دونوں راویوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

[المتفق والمفترق، ج: ۳، ص: ۱۷۶۷، ۱۷۶۸]

(ج: ۴، ص ۵۰۵ طبع دار احیاء التراث العربی) میں الفضیل کے بجائے الفضل ہے۔ درست نام الفضیل یعنی تصغیر کے ساتھ ہے۔
تنبیہ (۲):

شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ میں الفضیل کی نسبت ”الہوزی“ مرقوم ہے جب کہ ہوزن بن عوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے الہوزنی بنتی ہے۔ یہی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابن ابی حاتم اور حافظ سمعانی رحمہ اللہ (الانساب، ج: ۵، ص: ۶۵۶) نے ذکر کی ہے۔ حافظ ابن الاثیر الجزیری رحمہ اللہ نے امام سمعانی رحمہ اللہ کی متابعت کی ہے۔

[اللباب فی تہذیب الأنساب، ج: ۳، ص: ۳۹۵]

ایک غلط فہمی ازالہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ایسے آثار حکماً مرفوع ہوتے ہیں کیوں کہ ان میں رائے کو دخل نہیں ہوتا۔

[السلسلۃ الصحیحۃ، ج: ۳، ص: ۱۳۸ ملخصاً]

عرض ہے کہ جمہور محدثین کے ہاں صحابہ کرام کی مخصوص آراء ہی اس حیثیت کی حامل ہوتی ہیں کہ انہیں حکماً مرفوع قرار دیا جاسکے۔ مگر تابعین کے بارے میں یہ قاعدہ نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ قید بھی لگاتے ہیں کہ وہ اسرائیلیات بیان کرنے والے نہ ہوں۔ اس لیے امام البانی کا مذکورہ بالا قول درست نہیں ہے۔

یہ حدیث حسن لغیرہ بھی نہیں:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس حدیث کو آٹھ صحابہ کرام بیان کریں اور بقول امام البانی کے ان کا ضعف ہلکے درجے کا ہو تو وہ حدیث حسن لغیرہ کیوں کر نہیں ہو سکتی؟

یہ بات معلوم ہے کہ حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ مصطلح الحدیث کی انتہائی دقیق اور مشکل بحث میں سے ایک ہیں۔ کیوں کہ ان دونوں اقسام میں مدار ان راویوں پر ہوتا ہے جن کے بارے میں محدثین کی آراء مختلف ہوتی ہیں، جس بنا پر ان میں جمع و تطبیق کی صورت پیدا کرنا اور اس سے درست نتیجہ برآمد کرنا بلاشبہ بہت ہی کٹھن کام ہے جس کے لیے مہارت تامہ ہونے کے ساتھ ساتھ طویل ممارست کا ہونا بھی لازمی جز ہے۔ اس

اس لیے امام ذہبی رحمہ اللہ کا ان دونوں راویوں کو اکٹھا کرنا اور الہوزنی کے تذکرہ میں القیسی کی توثیق نقل کرنا محل نظر ہے۔

تنبیہ (۲):

امام لا لکائی کے شیخ کا نام علی بن محمد بن عمر مذکور ہے جب کہ درست نام علی بن عمر بن محمد ہے۔ آپ معروف امام ہیں۔ امام عبدالرحمن بن ابی حاتم رحمہ اللہ سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں۔ [الارشاد للخلیلی، ج: ۲، ص: ۶۹۱۔ بتجزئة السلفی]

اور حافظ الخلیلی رحمہ اللہ ان سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں۔ [فہرست کتاب الارشاد، ج: ۳، ص: ۱۱۰۸، رقم: ۴۶۱]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (العبر، ج: ۳، ص: ۶۴) اور ان کی متابعت میں حافظ ابن العمداء حسنبی رحمہ اللہ (شذرات الذہب، ج: ۳، ص: ۱۴۹) نے ان کا وہی نام ذکر کیا ہے جو شرح اصول اعتقاد لا لکائی میں وارد ہوا ہے۔ اسی طرح حافظ ذہبی نے امام عبدالرحمن بن ابی حاتم کے شاگردوں میں علی بن محمد القصار ذکر کیا ہے۔ (السیر، ج: ۱۳، ص: ۲۶۴) مگر اس نام کے درست ہونے میں یہ احتمال موجود ہے کہ مصنف نے موصوف کے دادا کی طرف نسبت توسعاً کر دی ہو۔ جیسا کہ عرب کے ہاں یہ طریقہ رائج ہے۔

اس لیے درست نام علی بن عمر بن محمد بن العباس ابوالحسن الرازی القصار الفقیہ الشافعی ہے۔ اور ان کا یہی درست نام حافظ الخلیلی رحمہ اللہ (الارشاد، ج: ۳، ص: ۶۹۲) کے علاوہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے خود (سیر اعلام النبلاء، ج: ۱۷، ص: ۶۲) اور تاریخ الاسلام (حوادث ووفیات: ۳۸۱-۴۰۰، ص: ۴۰۰) میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح المستدرک للحاکم (ج: ۱، ص: ۴۹) میں بھی علی بن محمد بن عمر ہی مذکور ہے، مگر شیخ محدث الیمن مقبل بن ہادی الوداعی نے اس کی اصلاح فرمائی ہے۔

[رجال الحاکم فی المستدرک، ج: ۲، ص: ۶۸]

تنبیہ (۳):

السلسلۃ الصحیحۃ (ج: ۳، ص: ۱۳۸) اور تہذیب التہذیب

فن کی دقت اور حساسیت کا احساس امام البانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خوب ہے۔
چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وهذا امر صعب قل من يصير له، وينال
ثمرته، فلا جرم أن صار هذا العلم غريباً بين
العلماء واللّه يختص بفضل من يشاء -
[الارواء الغليل، ج: ۳، ص: ۳۶۳]

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایسا لطیف فن ہے اس پر وہی درک پاسکتا ہے جسے
اللہ رب العزت خصوصی فضل سے نواز دیں۔ اس کی اسی نظری اور تطبیقی
صورت میں اختلاف کی وجہ سے اس میں بھی اختلاف ہوا اور اس کی
متعدد تعریفات کی گئیں جن کی تفصیل **مصطلح** اور **جرح و تعدیل** کی کتب میں
مذکور ہے۔ سب سے عمدہ اور جامع تعریف دکتور خالد بن منصور الدریس رحمۃ اللہ علیہ
نے بیان فرمائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اعتضاد رواية ضعيفة قابلة للانجبار برواية
ضعيفة أخرى فأكثرها قابلة للانجبار أيضاً -
”ایسی ضعیف حدیث جو تقویت حاصل کرنے کے قابل ہو وہ
ایسی ضعیف حدیث یا احادیث سے تقویت حاصل کر لے جو
تقویت دینے کے لائق ہو۔“ [الحديث الحسن لذاته
ولغيره للدكتور خالد، ج: ۵، ص: ۲۰۸۸]

اور کوئی بھی روایت اسی وقت ہی تقویت حاصل کرنے کے قابل
ہو سکتی ہے جب

①..... اس کی سند میں متہم بالکذب یا ایسا راوی نہ ہو جس کا اعتبار
نہیں کیا جاتا۔

②..... ایک سے زائد اس کی سندیں ہوں۔

③..... اپنے سے اقویٰ (زیادہ مضبوط) کے مخالف نہ ہو۔

④..... متن حدیث کا معنی مختلف نہ ہو۔

⑤..... اختلافِ مخارج ہو۔ یعنی وہ سند حقیقت میں ایک راوی کے
گرد نہ گھومتی ہو۔

⑥..... ضعیف سندوں کے مجموعے سے حدیث کے قوی ہونے کا

ظن غالب ہو۔

ان چھ شروط کی تفصیل الحديث الحسن (ج: ۵، ص: ۲۱۷۷-
۲۲۳۴) میں ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام! حسن لغیرہ کی مذکورہ بالا تعریف اور تقویت کے حصول
کے لیے مذکورہ بالا شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کو طے کرنے
میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت والی
حدیث حسن لغیرہ کے درجے تک بھی پہنچ سکتی بلکہ وہ سب کی سب
ایک دوسرے کے ضعف کو مزید تقویت پہنچا رہی ہیں۔ اسی لیے تو امام
ابو حاتم، امام بخاری، امام ترمذی، امام دارقطنی، امام حاکم، امام عقیلی، امام
ابن عدی، امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے ان کی انفرادی حیثیت سے
کلام کیا یا مجموعی اعتبار سے نقد فرمایا۔ متاخرین محدثین کی آراء کے
مقابل میں ان ناقدین فن اور ماہرین علل کی آراء ہی رائج اور مستحکم ہیں۔
اسی اصول کو تقویت دیتے ہوئے ذہبی عصر علامہ عبدالرحمن المعلمی رقم
طراز ہیں:

يجب الاحتياط فيما يصححه المتأخرون أو
يحسنونه - [العبادة للمعلمي، بحواله الحديث
الحسن، ج: ۵، ص: ۲۲۵۷]

(کہ متقدمین کے مقابلے میں) ”متاخرین محدثین کی تصحیح اور
تحسین میں احتیاط واجب ہے۔“
علامہ المعلمی رحمۃ اللہ علیہ متاخرین کی تحسین پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے
ہیں:

وتحسين المتأخرين فيه نظر۔

[الانوار الكاشفة، ص: ۲۹]

اور کبھی فرماتے ہیں کہ (متقدمین کے مقابلے میں) متاخرین کو میں
اکثر طور پر تساہل پاتا ہوں۔ [مقدمة الفوائد المجموعة، ص: ۴]
امام البانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث کی تصحیح بھی تساہل کا نتیجہ ہے۔ اس
لیے امام صاحب کا اس حدیث کو ضعیف کہنے والوں کا رد کرنا بھی درست
نہیں۔ چنانچہ وہ علامہ القاسمی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

امام زید بن اسلم کا یہ قول ابن وضاح بیان کرتے ہیں۔ [البدع والنہی عنہا لابن وضاح، ص: ۴۶ بحوالہ حاشیہ الحوادث والبدع] ابن وضاح سے یہی قول امام ابوبکر الطرطوشی نے نقل کیا ہے۔

[الحوادث والبدع لطرطوشی، ص: ۱۳۰]

امام ابوبکر الطرطوشی سے یہی قول امام ابوشامہ نے نقل کیا ہے۔

[الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص: ۱۲۵]

گویا کہ حضرت زید بن اسلم کا یہ قول محدثین کے ہاں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

مشہور مالکی امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولیس فی لیلة النصف من شعبان حدیث یعول علیہ لا فی فضلہا ولا فی نسخ الآجال فیہا، فلا تلتفتوا إلیہا۔

[احکام القرآن لابن العربی، ج: ۲، ص: ۲۱۴]

”نصف شعبان کی رات اور فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث قابل اعتماد نہیں ہے اور اس رات کو موت کے فیصلے کی منسوخی کے بارے میں بھی کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں ہے۔

لہذا ان احادیث کی طرف التفات نہ کیا جائے۔“

حضرت عطاء بن یسار کا قول:

”میں امید کرتا ہوں کہ یہ فضیلت ہر رات کو حاصل ہے۔“

[شرح اصول اعتقاد لالکائی، ج: ۳، ص: ۴۵۱، رقم: ۷۷۰]

ان اقوال پر مستزاد ہے۔ اس لیے امام البانی کا علامہ قاسمی پر رد کرنا بے فائدہ ہے اور ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ ناقدین فن نے اس کی انفرادی سندوں پر بھی کلام کیا ہے اور مجموعی حیثیت سے بھی۔

یاد رہے کہ کسی رات کی فضیلت سے اس رات کی عبادت ثابت نہیں

ہو جاتی بلکہ عبادت کے اثبات کے لیے علیحدہ نص کا ہونا ضروری ہے۔

اس لیے اس رات میں بھی کوئی مخصوص عبادت نہیں ہے۔ اس رات میں

عبادت کی جتنی فضیلتیں آئی ہیں وہ احادیث سخت ضعیف، موضوع اور

بے اصل ہیں۔ اسی لیے تو حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیخ القاسمی ”اصلاح المساجد“ میں اہل جرح و تعدیل سے نقل کرتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

علامہ القاسمی کی یہ بات ناقابل اعتماد ہے۔

[السلسلة الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۸، ۱۳۹]

حالاں کہ امام البانی رحمہ اللہ کی یہ تنقید درست نہیں ہے۔

امام البانی کے ایک تعاقب کا جواب:

ہم اوپر علامہ القاسمی کے علاوہ بھی دیگر ناقدین فن سے اس حدیث کا ضعیف ہونا ثابت کر آئے ہیں۔ مزید عرض ہے کہ یہ قول تبہا علامہ قاسمی کا نہیں بلکہ امام عقیلی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

وفی النزول فی لیلة النصف من شعبان أحادیث فیہا لین والروایة فی النزول فی کل لیلة أحادیث ثابتة صحاح، فلیلة النصف من شعبان داخلة فیہا ان شاء اللہ۔

[الضعفاء الکبیر للعقیلی، ج: ۳، ص: ۲۹]

”شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ کے نزول کے بارے میں احادیث ضعیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر رات نزول صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور شعبان کی پندرہویں رات بھی اس میں داخل ہے۔“ ان شاء اللہ

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں:

ما أدرکنا من مشیختنا ولا فقہائنا یلتفتون إلی النصف من شعبان ولا یلتفتون إلی حدیث مکحول ولا یرون لها فضلاً علی ما سواها۔

”ہم نے اپنے اساتذہ اور فقہائے کرام کو پندرہویں شعبان کی طرف التفات کرتے ہوئے نہیں پایا۔ وہ حضرت مکحول کی حدیث کی طرف بھی توجہ نہ کرتے اور نہ ہی اس رات کو کسی دوسری رات پر فوقیت دیتے تھے۔“

الأحاديث لا يصح منها شيء -

”کہ اس رات میں عبادت کرنے کی کوئی حدیث بھی ثابت

نہیں۔“ [المنار المنيف لابن القيم، ص: ۹۹]

اس لیے اس رات کی مخصوص عبادات بدعات اور خرافات ہیں اور دین کے نام پر دھوکا ہیں ان بدعات کو امام ابو شامہ نے الباعث علی انکار البدع والحوادث (ص: ۱۲۳-۱۳۷) میں بھی بیان کیا ہے۔

خلاصہ:

ان آٹھ حدیثوں میں سے چار احادیث (یعنی حدیث حضرت معاذ بن جبل، حدیث حضرت ابو ثعلبہ اشجی، حدیث حضرت عوف بن مالک، حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اضطراب کی وجہ سے معرض وجود میں آئی ہیں۔ لہذا ان کا وجود اور عدم وجود دونوں یکساں ہیں۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے احادیث کے راوی ابن لھیعہ ہیں، جو کہ سیء الحفظ اور سماع و روایت حدیث میں تساہل کی وجہ سے معروف ہیں۔

ساتویں یعنی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں امام اعمش کثیر التذلیس بلکہ تذلّیس التوسیۃ کا بھی ارتکاب کرتے ہیں اور محدثین نے اعمش عن ابی صالح کی سند پر تنقید بھی فرمائی ہے۔

آٹھویں یعنی حضرت ابو بکر الصدیق کی حدیث کو محدثین نے عبد الملک بن عبد الملک کی منکرات میں شمار بلکہ اس کے ترجمے میں اسی حدیث کو ذکر کیا ہے۔

اصلاً یہ حضرت مکحول الشامی کا قول ہے جسے راویان حدیث نے وہم یا نسیان کی بنا پر مرفوعاً ذکر کر دیا۔ اس لیے یہ احادیث ایک دوسرے کو تقویت نہیں دے سکتیں بلکہ ان احادیث سے ان کا ضعف مزید مستحکم ہوتا ہے۔ اسی لیے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث کو ابو حاتم رضی اللہ عنہ نے منکر اور امام دارقطنی رضی اللہ عنہ نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔ پہلے شاہد یعنی حضرت ابو ثعلبہ اشجی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مرکزی راوی الاحوص بن حکیم کو جہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور حدیث کو ضعیف کہنے والوں

میں حافظ دارقطنی رضی اللہ عنہ اور امام ابن الجوزی رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

دوسرے شاہد یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی سند میں ابن لھیعہ معروف راوی ہیں اور ان کے استاد حبی بن عبداللہ اسی سند سے منکر روایات بیان کرتے ہیں۔ جنہیں حافظ ابن عدی رضی اللہ عنہ نے الکامل میں اس کے ترجمے میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ روایت ابن لھیعہ نے اختلاط (اور آخر عمر میں) کے بعد بیان کی ہے۔ رشدین کی متابعت بھی بے فائدہ ہے۔

تیسرے شاہد یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ابن لھیعہ ہیں۔ علاوہ ازیں تین راوی مجہول ہیں اور الولید بن مسلم مدلس ہیں۔ حافظ ابن الجوزی رضی اللہ عنہ اور حافظ بوسیری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

چوتھے شاہد یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام اعمش کثیر التذلیس ہیں۔

پانچویں شاہد یعنی حضرت ابو بکر الصدیق کی حدیث کو محدثین نے عبد الملک کی منکرات میں شمار کیا ہے۔ امام بخاری، امام ابو حاتم، امام ترمذی، امام عقیلی، امام ابن الجوزی، امام بغوی، امام ذہبی، امام ابن حجر رحمہم وغیرہم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے یا تائیدی طور پر اس کے ضعف کو نقل کیا ہے۔

چھٹے شاہد یعنی حضرت عوف بن مالک کی حدیث میں ابن لھیعہ کے علاوہ عبدالرحمن الافریقی ضعیف راوی ہیں۔ مضطرب سند ہے۔ امام دارقطنی رضی اللہ عنہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ساتویں شاہد یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو امام بخاری، امام ترمذی، امام حاکم، امام دارقطنی، امام ابن الجوزی رحمہم وغیرہم نے ضعیف اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

ان ناقدین فن اور ماہرین علل کے مقابلے میں بلاشبہ امام البانی رضی اللہ عنہ کی رائے قابل التفات نہیں ہے۔

امام البانی رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ تین آثار میں سے حضرت مکحول الشامی کا اثر حسن سند سے مروی ہے۔ امام البانی رضی اللہ عنہ کے قول کے برعکس مکحول الشامی کے قول میں رائے اور اجتہاد کو دخل ہے۔ اور حدیث سخت ضعیف ہے۔

بیس رکعت تراویح پر تراویح عملی کا دعویٰ اور اس کی حقیقت

عبدالرزاق ساجد

رسول اکرم ﷺ کے قیام اللیل کی تعداد کتنی تھی؟

حضرت مفتی صاحب اپنے مضمون میں رقم طراز ہیں:

”باقی رہی یہ بات کہ حضور ﷺ نے تراویح کی کتنی رکعتیں پڑھی تھیں اس میں بے شک اختلاف روایات ہے لیکن اس اختلاف کی صورت میں حسب قاعدہ محدثین اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جس پر عام صحابہ کرام کا عمل ہو۔ چنانچہ یہاں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حسب ذیل روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ کیوں کہ صحابہ کرام کے عمل سے اس میں تقویت آگئی۔ چنانچہ او جز المسالک میں ہے:

واجماعهم علی قبولہ بمنزلة النص علی ان له اصلاً عندهم۔

یعنی صحابہ کرام کا اس (عبداللہ بن عباس کی حدیث) کے قبول کرنے پر اجماع ہے اس حدیث کے ثبوت کی دلیل ہے۔

عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة۔ [مصنف ابن ابی شیبہ]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) پڑھا کرتے تھے۔

یہاں درج ذیل امور قابل غور ہیں:

①..... مفتی صاحب اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے قیام کی رکعات کی تعداد میں بلا شک اختلاف ہے۔

☆..... تو پھر مفتی صاحب اور ان کے حامیان کی فقاہت کیا کہتی

ہے؟ ان کی فقہ اور اس کے اصول کیا کہتے ہیں؟

☆..... کہ بلا شک کہہ کر اختلاف کا اعتراف بھی کرتے جاؤ؟

☆..... اور آنکھیں بند کر کے اس پر ”اجماع“ کا لیبل بھی لگاتے جاؤ؟

☆..... اور امت کے تراویح عملی کے ”جلی عنوان“ بھی سجاتے جاؤ؟

②..... پھر مفتی صاحب نے اپنے انتہائی کمزور ترین موقف پر ضعیف ترین حدیث کو پیش کرنے کے لیے اور اسے صحیح بنا کر منظر عام پر لانے کے لیے، اور پھر اس سے اپنے دعویٰ پر استشہاد سجانے کے لیے محدثین کرام کے نام پر ایک قاعدہ گھڑا کہ ”اختلاف کی صورت میں اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جس پر عام صحابہ کرام کا عمل ہو۔“

③..... عام صحابہ کرام کا عمل کس پر تھا؟ (۱۱) رکعت پر یا (۲۳)

رکعت پر؟

اس کا تفصیلی جائزہ ہم پچھلے صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔

اور اس خود ساختہ بے دلیل دعویٰ کی قلعی کھول چکے ہیں۔

ایک ضعیف حدیث سے استشہاد کی کوشش:

☆..... مفتی صاحب تمہید باندھنے اور ضعیف حدیث سے استشہاد کرنے کے لیے فضا سازگار بنانے کے بعد لکھتے ہیں:

چنانچہ یہاں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حسب ذیل روایت کو ترجیح دی جائے گی کیوں کہ صحابہ کرام کے عمل (کون سا عمل؟ کیا عمل؟ کہاں کا عمل؟ اور کب کا عمل؟) سے اس میں ”تقویت“ آگئی ہے۔

☆..... یاد رہے کہ لفظ ”تقویت“ کا اعتراف جو کہ مفتی صاحب کو

مجبوراً کرنا پڑا اور بڑی صفائی کے ساتھ یہاں سے نکلنے کے چکر میں تھے۔ مگر کہاں تک بھاگیں گے یہ لفظ ”تقویت“ اندر کے ضعف اور

کمزوری کی خبر دے رہا ہے۔

☆..... پھر لکھتے ہیں: ”چنانچہ او جز المسالک“ میں ہے:

”واجماعهم علی قبولہ بمنزلة النص علی ان

له اصلاً عندهم۔“

عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه سأل عائشة كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان؟ قالت: ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشر ركعة..... الخ علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں:

پھر یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخالف ہے۔ جسے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے ان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ سے استفسار کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز رمضان میں کیسے ہوتی تھی؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے..... الخ

(۵)..... لہذا ضعیف اگر ثقہ کی مخالفت میں روایت بیان کرے تو یہ روایت منکر ہوتی ہے۔ اور مفتی صاحب ایک ضعیف و منکر کا سہارا لے کر ایک ایسی صحیح و صریح حدیث کو رد کرنا چاہ رہے ہیں جو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع الترمذی، سنن النسائی، سنن بیہقی الکبریٰ اور مسند احمد میں موجود ہے۔

(۶)..... براہواس تعصب کا جس کی ایک چنگاری پورے خرمن علم کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے..... وگرنہ استاذ حدیث ہو..... استاذ تفسیر ہو..... ماہنامہ ”فقاہت“ کا ٹائٹل رکھتا ہو..... اور اس قدر دیدہ دلیری اور سینہ زوری سے ایسے حقائق و مسلمات کا انکار کرے جو قرن اوّل سے تاحال خود کو منور ہے ہیں۔

اور نبی برضعف، ایک ضعیف راوی کی ثقہ کی مخالفت میں منکر روایت کو الفاظ کی جادوگری اور ہاتھ کی صفائی سے قوت بخشی جا رہی ہے۔ اور افسوس یہ کہ تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے گھر کی گواہیوں کی پرواہ کیے بغیر بے سرو پا ہانگی جا رہی ہے۔

(۷)..... مفتی صاحب امام مزی کا فیصلہ سن لیجیے، فرماتے ہیں: ومن مناكيره حديث (أنه كان يصلي في رمضان عشرين ركعة.) [ميزان: ۱/ ۱۶۹]

یعنی صحابہ کرام کا اس (عبداللہ بن عباس کی حدیث) کے قبول کرنے پر اجماع ہے۔

اس حدیث کے ثبوت کی دلیل ہے۔

☆..... پھر حدیث نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة - [مصنف ابن أبي شيبة] ”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) پڑھا کرتے تھے۔“

روایت کے ضعف پر گھر کی گواہی:

☆..... مفتی صاحب، کاش استادی دکھانے کی بجائے راہ تحقیق پر گامزن رہتے۔

☆..... آٹھویں صدی ہجری کے مشہور حنفی عالم علامہ جمال الدین الزیلعی (ت ۷۲۷ھ) نصب الراية کے اندر آپ کے اس استشہاد والی روایت کا پل کھول چکے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے (الزیلعی: نصب الراية، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ج: ۲، ص: ۱۵۰)

اس روایت کو جو آپ نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

(۱)..... وهو معلولٌ بأبي شيبة ابراهيم بن

عثمان، جد الإمام أبي بكر بن أبي شيبة۔

کہ یہ روایت امام ابن ابی شیبہ کے دادا ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول ہے۔

(۲)..... وهو متفقٌ على ضعفه -

یہ راوی بالاتفاق ضعیف ہے۔

(۳)..... وَلَيْتَهُ ابْنُ عَدِي فِي الْكَامِلِ -

[الکامل فی الضعفاء: ۱/ ۲۳۹]

اور اسے ابن عدی نے اپنی تالیف میں ”لین“ کہا ہے۔

(۴)..... ثُمَّ أَنَّهُ مُخَالَفٌ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ

گھر کی گواہی:

اس کے ضعف پر گھر کی گواہی ملاحظہ فرمائیے:
علامہ نیوی حنفی اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
حماد بن شعيب: ضعيف
وقال الذهبي في الميزان: ضعفه ابن معين
وقال البخاري: فيه نظر
وقال النسائي: ضعيف
وقال ابن عدي: اكثر حديثه مما لا يتابع عليه
رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور اثر جسے امام بیہقی نے
ابوالحسناء کے طریق سے بیان کیا ہے۔
اس کے بارے میں بھی علامہ نیوی حنفی تعلق آثار السنن میں فرماتے ہیں:
مدار هذا الأثر على أبي الحسناء .
اس اثر کا دارومدار ابوالحسناء پر ہے۔
وہو لا يعرف .
اور وہ غیر معروف راوی ہے۔
وقال الحافظ في التقریب: إنه مجهول .
اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں اسے مجهول کہا ہے۔
وقال الذهبي في الميزان: لا يعرف .
اور امام ذہبی نے میزان میں اسے غیر معروف کہا ہے۔
لہذا یہ دونوں اثر ضعیف ہیں۔ ان سے استشہاد درست نہیں۔
یہ دونوں اثر رسول اللہ ﷺ سے ثابت صحیح حدیث کے خلاف ہیں۔
لہذا اس طرح کے منکر اثر سے استشہاد بھی منکر ہے۔
اور منکر پر مبنی دعویٰ بھی منکر ہوگا۔
رہا مفتی صاحب کا یہ دعویٰ کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں بلا کسی
اختلاف کے بیس رکعت کا معمول بہرہنا اور کسی صحابی کا انکار نہ کرنا اس
بات کی واضح علامت ہے کہ آنحضور ﷺ کا عمل بھی یہی تھا۔
اس کی حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آ چکی ہے۔ یہ دعویٰ سوائے
غلط بیانی، سید زوری اور حقائق وادلہ صحیحہ سے چشم پوشی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ حدیث ابوشیبہ کی مناکیر میں سے ایک منکر روایت ہے۔
مزید آگے چل کر مفتی صاحب غلط ملط تانے بانے ملاتے ہوئے رقم
طراز ہیں:

”چنانچہ تراویح کی بیس رکعات پر خلافت فاروقی میں صحابہ
کرام کا اتفاق رہا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں،
اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی برابر بیس رکعتیں
ہوتی رہیں۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بلا کسی اختلاف کے
بیس رکعت کا معمول بہرہنا اور کسی صحابی کا انکار نہ کرنا اس بات کی
واضح علامت ہے کہ آنحضور ﷺ کا عمل بھی یہی تھا۔“

①..... مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ ”چنانچہ تراویح کی بیس رکعات
پر خلافت فاروقی میں صحابہ کرام کا اتفاق رہا۔“
اس سے بڑی غلط بیانی حقائق سے چشم پوشی اور کیا ہوگی؟
الآمال لا تتحقق الا بالأعمال۔

خواہشات کے بلند و بالا محلات تعمیر تو کیے جاسکتے ہیں مگر خوابوں کے
ان محلات میں رہائش پذیر ہونا ناممکن ہوتا ہے۔

المختصر! ان کے دور فاروقی میں بیس رکعات کے اجماع کا پول گزشتہ
اوراق میں کھولا جا چکا ہے۔ اجماع تو دور کی بات خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے
کسی ایک عدویٰ سند اور صریح الدلالت اثر سے ان کا عمل پیش نہیں کیا
جاسکا۔ اگر ہو تو ﴿فاتوا برہانکم ان کنتم صادقین﴾
جب کہ گیارہ رکعت پر عہد نوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی پر اجماع
کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

②..... مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں:
”اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں، اس کے بعد
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں برابر بیس رکعتیں ہوتی رہیں۔“
مفتی صاحب کا یہ دعویٰ بھی سراسر بے بنیاد اور پرلے درجے کا ضعیف ہے۔
سنن بیہقی میں منقول سیدنا علی رضی اللہ عنہ جس میں ”عشرین رکعة“ کے لفظ
ہیں اور حماد بن شعيب عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن السلمي عن علی
کا طریق ذکر کیا گیا ہے۔

کیا ہے کہ میں نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں اسی طرح بیس رکعت پڑھتے ہوئے لوگوں کو پایا۔

یہاں بھی مفتی صاحب نے حسب سابق بلکہ یوں کہنا چاہیے پورے مضمون کی طرح میزان تحقیق میں بہت بڑی جھول دکھائی ہے۔ بیس رکعت کے اپنے دعویٰ اجماع و اتفاق اور تواتر عملی پر امام ترمذی کے تبصرے سے اپنی ضرورت کی دوسطریں تولے لیں مگر اس سے قبل کی عبارت اور بعد کی عبارت کو بغیر ذکر کیے چل دیے۔

ذکر کرتے بھی کیسے؟ جس محل کو ہوا میں تعمیر کیا تھا وہ دھڑام سے گرنے کا خدشہ تھا۔

مفتی صاحب امام ترمذی کے یہ الفاظ طبع نازک پر گراں کیوں گزرے؟ یہاں سے نظر بہک کیوں گئی؟ اور قلم پھسل کیوں گیا؟ واختلف اهل العلم في قيام رمضان.

کہ قیام رمضان کی تعداد میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ شاید اس لیے کہ دعویٰ اجماع اور تواتر عملی کے پر نچے اڑانے والی بات تھی۔

مفتی صاحب نے یہ عبارت کیوں چھوڑ دی؟ فرأى بعضهم أن يُصَلَّى إِحْدَى وَارْبَعِينَ رَكْعَةً مع الوتر . بعض کی رائے یہ ہے کہ ۴۱ رکعت مع الوتر ادا کیے جائیں۔

اس لیے کہ بیس پر اجماع اور تواتر عملی کے دعوے کا بھانڈا بیچ چوراہے کے پھوٹ رہا تھا؟ مفتی صاحب آپ کو جامع ترمذی میں مکہ تو دکھائی دیا مگر اس سے قبل مدینہ سے نظریں کیوں پھیر لی گئیں؟

امام ترمذی کا یہ فرمانا: وهو قول اهل المدينة کہ ۴۱ کا قول اہل مدینہ کا ہے۔ والعمل على هذا عندهم بالمدينة . اور مدینہ منورہ میں عمل ۴۱ رکعتوں پر ہے (نہ کہ بیس رکعتوں پر) یہ شاید اس لیے نظر نہ آیا یا تو تھا مگر نظریں چرائی پڑیں۔ کیوں کہ

جب صحابہ کرام کا اس پر عمل ہی ثابت نہیں تو اختلاف کیسا؟ اور پھر وہ نبی ﷺ کے عمل پر واضح علامت کیسے؟ علمائے امت کا عمل:

سابقہ دعویٰ کے بعد مفتی صاحب ایک اور دعویٰ داغے ہوئے لکھتے ہیں: ”اسی طرح خلفائے راشدین کے بعد اکثر علمائے امت کا عمل بھی بیس ہی رکعت پر رہا۔ چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں:

واكثر اهل العلم على ما روى عن علي وعمر وغيرهما من اصحاب النبي ﷺ عشرين ركعة وهو قول سفیان الثوري وابن المبارك والشافعي وقال الشافعي وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة.

[ترمذی، ج: ۱، ص: ۱۱۹]

”اکثر علمائے امت حضرت علی اور حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہوئی بیس رکعت (تراویح) ہی کے قائل ہیں سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے، اور امام شافعی نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں اسی طرح بیس رکعت (تراویح) پڑھتے ہوئے لوگوں کو پایا۔“

خلفائے راشدین کے بعد مفتی صاحب آئندہ آمدہ دعویٰ کی بنیاد جس پر رکھ رہے ہیں جب وہی ثابت نہ ہو سکا تو مابعد کا کیا حال ہوگا؟ ”اکثر علمائے امت کا عمل بھی بیس رکعت ہی رہا ہے۔“

اس کے بعد انہوں نے جامع الترمذی سے اپنے مقصد کی ایک دو سطریں لکھی ہیں کہ ”حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ سے بیس رکعت کی جو روایات کی گئی ہیں۔“

چند ایک کا تجزیہ پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ سب کے سب آثار دنیائے احناف کی گھر کی گواہیوں سے ضعیف ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے (عبدالرحمن المبارکپوری، تحفة الاحوذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۹۹۸، ج: ۳، ص: ۶۰۷ وما بعد)

پھر مفتی صاحب نے جامع الترمذی میں موجود امام شافعی کا یہ قول نقل

دعویٰ اجماع، دعویٰ اتفاق و دعویٰ تواتر عملی تتر بہتر ہو رہا تھا۔

اسی طرح مفتی صاحب کو امام شافعی کا مکہ میں ۲۰ رکعت والا قول تو نظر آ گیا مگر تھوڑی بعد یہ قول کیوں نہ بھایا؟

واختار الشافعی ان یصلی الرجل وحده اذا كان قارئاً .

کہ جو شخص قاری ہو وہ باجماعت پڑھنے کی بجائے اکیلا پڑھے۔

عبدالرحمن بن مہدی نے کیا خوب کہا تھا:

اهل الحق یکتبون مالہم وما علیہم .

اہل حق کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے موافق و نا موافق ہر دو کا تذکرہ کرتے ہیں۔

واہل الاہواء لا یکتبون إلا مالہم .

مگر نفسانی خواہشات کے پیچھے دوڑنے والے صرف وہی ذکر کرتے ہیں جو ان کے حق میں ہوتا ہے۔

عبدالرحمن بن مہدی کے اس قول کو سامنے رکھتے ہوئے قارئین

کرام کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا کہ مفتی صاحب کا وطیرہ اور طرز عمل اہل حق والا ہے یا اہل اہواء والا؟

پھر مفتی صاحب فرماتے ہیں:

چنانچہ اب بھی مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے اندر بیس رکعت تراویح ہوتی ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ بیس رکعت تراویح پر اکثر علمائے امت کا اتفاق ہے، جو ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔

یہاں دو باتیں کی گئی ہیں:

①..... مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے اندر ۲۰ رکعت تراویح ہوتی ہیں۔

محترم مفتی صاحب کی اس خوش خیالی کا تفصیلی جواب راقم اپنے رسالہ ”حریم شریفین اور ۲۰ رکعت قیام اللیل“ میں دے چکا ہے۔

ہم مفتی صاحب اور ان کے حامیان سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں

کہ کیا الشیخ السدیس ۲۰ رکعت پڑھاتے ہیں؟

الشیخ الشریم ۲۰ رکعت پڑھاتے ہیں؟

یا پھر ان میں سے ہر ایک ۱۰، ۱۰، ۱۰ پڑھاتا ہے۔

جب الشیخ السدیس ۱۰ پڑھا کر چلے جاتے ہیں تو میں کیسے ہو گئیں؟ اور اگر انہیں بیس تسلیم کر بھی لیا جائے تو بغیر کسی صحیح دلیل کے اور صریح الفاظ کے کسی علاقے کے عمل کو حجت قرار دیا جاسکتا ہے؟

اگر آپ اہل مکہ کے عمل کو حجت گردانتے ہیں؟ تو اہل مدینہ کے عمل سے روگردانی کس لیے؟

اور مزید یہ کہ اہل مکہ کے باقی تیس کے لگ بھگ عمل کبھی بطور دلیل پیش کیے جائیں جن کا تذکرہ راقم اپنے رسالہ مذکورہ میں کر چکا ہے؟

﴿افتنون من بعض الكتاب.....﴾

②..... دوسری بات مفتی صاحب نے وہی کی ہے جسے بلا دلیل وہ اپنے مضمون میں کئی بار ہراچکے ہیں کہ ”حاصل کلام یہ کہ بیس رکعت تراویح پر اکثر علمائے امت کا اتفاق ہے، جو ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔

مفتی صاحب آنکھیں کھولیں اپنے اس دعویٰ اتفاق کی اپنوں کے ہاتھوں بنتی درگت کو دیکھئے۔ اور جسے آپ نا قابل انکار کہہ رہے ہیں گھر والوں کا اسی حقیقت سے انکار ملاحظہ فرمائیے:

اپنے ہی نامی گرامی حنفی عالم علامہ بدرالدین العینی کی عمدۃ القاری جلد ۹، ص: ۲۰۱، ۲۰۲ پر نظر دوڑائیے۔ اور علمائے امت اسلامیہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

- ①۔ بعض کے نزدیک (۲) عدد، ②۔ ایک قول کے مطابق (۸) مع الوتر (۱۱)، ③۔ ایک قول کے مطابق (۲۰) مع الوتر (۲۳)، ④۔ ایک قول کے مطابق (۲۴) رکعات، ⑤۔ ایک قول کے مطابق (۲۸) رکعات، ⑥۔ ایک قول کے مطابق (۳۶) رکعات، ⑦۔ ایک قول کے مطابق (۳۹) رکعات، ⑧۔ ایک قول کے مطابق (۴۱) رکعات، ⑨۔ ایک قول کے مطابق (۴۷) رکعات، ⑩۔ ایک قول کے مطابق ”لا حد لها“

مفتی صاحب اسے اجماع کہتے ہیں؟

اسے اتفاق مجتہدی ائمہ محمد ﷺ کہتے ہیں؟

اسے تواتر عملی کہتے ہیں؟

رمضان ماہ صدقات

ڈاکٹر صہیب حسن (چیرمین ”مسلم ایڈ“ یو کے)

وہی نام بتایا جو اُس نے (ہاتف غیب کی زبانی) بادلوں سے سنا تھا۔ کھیت والا پوچھتا ہے کہ تم میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ آدمی نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے نام کے ساتھ جب یہ ندا سنی کہ فلاں فلاں شخص کے کھیت کو سیراب کر دو تو مجھے تجسس ہوا۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم کرتے کیا ہو؟ (کہ یہ فضیلت حاصل کی۔)

کھیت والا گویا ہوا کہ اب جب کہ تم نے یہ بات پوچھ لی ہے تو بتاتا ہوں کہ میں ہر دفعہ جب اپنی فصل کاٹتا ہوں تو ایک تہائی صدقہ کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لیے رکھ لیتا ہوں اور ایک تہائی آئندہ فصل اُگانے کے لیے رکھ لیتا ہوں۔ [صحیح مسلم]

یہ واقعہ اس بات پر عیاں ہے کہ صدقہ و خیرات دیتے رہنے سے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اراض و سما کی نادیدہ طاقتیں معاون بن جاتی ہیں اور اس کے برخلاف جو لوگ صدقہ و خیرات میں کوتاہی کرتے ہیں تو دنیاوی و سماوی آفتیں اُن کا مقدر بن جاتی ہیں اور اُن کی زندگی مجموعہ آلام و مصائب بنی رہتی ہے۔

اس بات کی تائید اس حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”نیکی کے کام ہلاکت کی موت سے بچاتے ہیں اور راز دارانہ طریقے پر دیا ہوا صدقہ اللہ کے غضب کو بھگادیتا ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر کو بڑھاتا ہے۔“

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے انسان ”نفاق“ جیسی بیماری سے چھٹکارا پالیتا ہے۔ گویا نفاق فی سبیل اللہ مرض نفاق کا علاج ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ توبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”اور اُن میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے اللہ سے

آں حضور ﷺ کے بارے میں وارد ہے کہ آپ سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت دو چند ہو جاتی تھی اور یہ اس لیے بھی کہ ماہ رمضان اور صدقہ و خیرات کا ایک خصوصی تعلق ہے۔ اس ماہ نیکیوں کا ثواب دو گنا چو گنا کر دیا جاتا ہے اور نیک اعمال کی بنا پر لوگوں کے درجات بلند کیے جاتے ہیں اور چوں کہ رمضان میں قرآن شریف کی تلاوت کثرت سے کی جاتی ہے، تراویح کی نماز میں قرآن سنا جاتا ہے تو لامحالہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ذکر بار بار سننے میں آتا ہے۔ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے لگاؤ کا احساس پیدا ہوتا ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کا داعیہ زور پکڑتا چلا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے معاف کرنے والے کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اور اونچا مقام عطا کرتے ہیں۔“ [بخاری]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ سے ایک اور روایت یوں بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ ایک شخص ایک بیاباں سے گزر رہا تھا کہ اُس نے بادلوں میں (ہاتف غیب) کی یہ آواز سنی: فلاں شخص کے کھیت کو سیراب کر دو۔“ یہ آدمی دیکھتا ہے کہ بادل نے کالے کالے پتھروں والی زمین پر برسنا شروع کر دیا اور پھر وہ سارا پانی ایک طرف بہنے لگا۔ یہ آدمی پانی کی کھاڑی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ تو دیکھا کہ ایک شخص بیل پکڑے اس پانی کو سمیٹ رہا ہے اور پھر اپنے کھیت کو اس پانی سے سیراب کر رہا ہے۔ اُس آدمی نے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے

عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا تو ہم خوب صدقہ کریں گے اور خوب نیکیاں کرنے والوں میں سے ہوں گے تو اللہ نے جب اُن کو اپنے فضل سے نوازا تو وہ اُس میں بنجل بن بیٹھے اور برگشتہ ہو کر منہ پھیر لیا تو اُس کی پاداش میں اللہ نے اُن کے دلوں میں اُس دن تک کے لیے نفاق جما دیا جس دن وہ اُس سے ملیں گے بوجہ اس کے کہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی اور بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ اُن کے راز اور اُن کی سرگوشی کو جانتا ہے اور اللہ تمام غیب کو جاننے والا ہے۔“ [التوبہ: ۷۵، ۷۸]

گویا بنجل اور اللہ کی راہ میں دینے سے جی چھڑانا نفاق پیدا کرتا ہے اور یہ نفاق روز بروز گہرا ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور اسی حالت میں وہ اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا روز محشر منافقین اپنے نفاق کی بنا پر اُس روشنی سے محروم ہو جائیں گے جو کہ پل صراط کو عبور کرنے کے لیے ہر مومن کو اُس کے اعمال کے بقدر دی جائے گی۔ سورۃ الحديد کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ خرچ کرنے پر ابھارا ہے ان الفاظ کے ساتھ:

”اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالاں کہ آسمانوں اور زمینوں کی میراث اللہ ہی کو لوٹنے والی ہے۔“

اور پھر فرمایا:

”کون ہے کہ اللہ کو قرض دے اچھا قرض کہ وہ اُس کو اُس کے لیے بڑھائے اور اس کے لیے باعزت صلہ ہے۔“

اور پھر اس کے بعد اُس روشنی کا ذکر ہے کہ جو بالغیب لوگوں کو ملے گی اور منافق اُس سے محروم رہیں گے۔ فرمایا:

”اُس دن کو یاد رکھو جس دن ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھو گے کہ اُن کی روشنی اُن کے آگے اور اُن کے دامن چل رہی ہوگی۔ تمہارے لیے آج کے دن خوش خبری ہے باغوں کی

جن میں نہریں جاری ہوں گی اور اُن میں تم ہمیشہ رہو گے۔ یہی دراصل بڑی کامیابی ہے۔“

”جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں کو آواز دیں گے کہ ذرا ہمیں بھی موقع عنایت کیجیے کہ ہم آپ کی روشنی سے فائدہ اٹھالیں۔ اُن کو جواب ملے گا کہ تم پیچھے لوٹو اور وہاں روشنی تلاش کرو۔ پس اُن کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اُس کے اندر کی جانب رحمت ہوگی اور اُس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ اُن سے فریاد کریں گے کہ کیا ہم آپ لوگوں کے ساتھ نہیں تھے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ساتھ تو تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنوں میں مبتلا رکھا، ہمارے لیے گردشوں کے انتظار میں رہے، شبہات میں مبتلا رہے اور آرزوؤں نے تمہیں دھوکہ میں رکھا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ظاہر ہو گیا اور فریب دینے والے نے تمہیں اللہ کے باب میں مبتلائے فریب رکھا۔“

[الحديد: ۱۱-۱۵]

اللہ کی راہ میں صدقہ دینا اپنے لیے حفاظت کا سامان مہیا کرنا ہے اور آگ کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہم پہنچانا ہے۔

عمری بن حاتم راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی ترجمان کے واسطے کے اُس سے ہم کلام ہوگا۔ وہ شخص دائیں طرف دیکھے گا تو وہی کچھ نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیج رکھا تھا اور بائیں طرف دیکھے گا تو وہی کچھ نظر آئے گا جو اُس نے آگے بھیجا تھا۔ سامنے دیکھے گا تو آگ ہوگی اس لیے آگے سے بچو چاہے آدھی کھجور ہی دے کر (یعنی دینے کے لیے صرف آدھی کھجور ہی ہو۔) [بروایت بخاری و مسلم]

آں حضور ﷺ نے عید کے دن نماز اور خطبہ عید کے بعد عورتوں سے خصوصی خطاب کیا اور انہیں مخاطب ہو کر فرمایا:

اے خواتین! صدقہ دو کیوں کہ میں نے جہنم میں تمہیں کثیر تعداد میں پایا ہے۔ [بخاری، مسلم]

جاسکتا ہے۔ سورہ توبہ میں دی گئی تفصیل کے مطابق زکوٰۃ ان آٹھ اصناف کو لگ سکتی ہے:

- ①.....فقراء۔ یعنی بالکل تنگ دست لوگ
- ②.....مساکین۔ ایسے لوگ جو چھوٹا موٹا کام کرتے ہوں لیکن گزران مشکل سے ہوتی ہو۔
- ③.....زکوٰۃ کے عمال۔ وہ تمام لوگ جو زکوٰۃ جمع کرنے پر مامور کیے گئے ہوں۔ اُن کے اخراجات زکوٰۃ ہی میں سے ادا کیے جائیں گے۔
- ④.....مؤلفۃ القلوب۔ ایسے نو مسلم جن کی تالیف قلب اور ایمان کی مضبوطی کے لیے انہیں مدد دینا مستحسن ہو۔
- ⑤.....غلام آزاد کرنا۔ یہ صنف گونا پید ہے لیکن مسلمان قیدیوں کو چھڑانا اس قسم میں داخل کیا جاسکتا ہے۔
- ⑥.....”غارم“۔ وہ لوگ جو کسی کامی بوجھ اٹھانے کا ذمہ لے چکے ہوں اور پھر مفلسی کا شکار ہو کر ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو پاتے ہوں۔ ایسے ہی وہ قرض دار جو کاروبار میں گھائلے کی بنا پر یا کسی شدید ضرورت کی بنا پر مقروض ہو گئے ہوں۔
- ⑦.....فی سبیل اللہ۔ جس کا پہلا اطلاق اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں پر ہوتا ہے۔ اور اس مد میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے کی جارہی ہوں جیسے مدارس کا قیام، تعلیم و تعلم اور دعوت دین کو پھیلانا۔
- ⑧.....ابن السبیل۔ یعنی مسافر جو چاہے اپنے وطن میں غنی ہو لیکن بحالت سفر اگر مجبور ہو جائے تو مال زکوٰۃ سے بقدر حاجت لے سکتا ہے۔



ضرورتِ رشتہ

معروف اہل حدیث خاندان، ڈاکٹر MRCP، حافظ قرآن، دراز قد کے لیے دین دار، باپردہ لیڈی ڈاکٹر MBBS، ترجیلاً ہور کا رشتہ درکار ہے۔

[رابطہ نمبر: 0324-4208179]

صحابیات رسول ﷺ نے یہ سنتے ہی اپنی بالیاں، جھکے، ہار اور رنگن وغیرہ اتار کر دینا شروع کر دیے۔

جہاں نماز کو ”نوز“ کہا گیا ہے وہاں صدقہ کو ”برہان“ بتایا گیا ہے۔ گویا جو شخص مال کی محبت کے باوجود اپنا مال اللہ کی راہ میں لگاتا ہے وہ اللہ کی محبت پر ایک برہان پیش کر رہا ہے۔

صدقہ کی کوئی حد نہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ ضروریاتِ زندگی معقول حد تک پوری کرنے کے بعد فاضل مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ نادار قربت داروں کو ترجیح دی جائے کہ اس میں دہرا ثواب ہے۔ ایک تو صدقہ کرنے کا اور دوسرے صلہ رحمی کا۔

جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے تو اُس کی حد بندی کر دی گئی ہے۔ اگر انسان کی بچت پر سال گزر چکا ہو اور وہ بقدر نصاب ہو تو اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

نصاب کی حد دار باعتبار سونا بیس مثقال ہے جو ساڑھے سات تولے یا پچاسی گرام سونے کے برابر ہے۔ گویا اگر پچاسی گرام سونے کی مالیت کے زیورات یا بچت موجود ہے تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے جو ۵۲ تولے یا ۹۵۵ گرام چاندی کے برابر ہوتے ہیں۔ چون کہ آج کل کرنسی نوٹوں کا رواج ہے اس لیے بہتر ہے کہ سونے کے نصاب ہی کو ملحوظ رکھا جائے۔

نماز عید سے قبل یا زیادہ سے زیادہ عید سے ایک دو دن پہلے صدقہ فطر بھی ادا کر دینا چاہیے جو کہ رمضان کے دوران چھوٹی موٹی غلطیوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مساکین کے لیے ایک وقت کا کھانا بھی مہیا کر جاتا ہے۔

زکوٰۃ فطر میں اشیاء خوردنی (گیہوں، چاول، جو، کھجور) کا ایک صاع دیا جانا چاہیے جو اڑھائی کلو کے برابر ہے۔ سنت تو یہی ہے کہ اجناس کی شکل ہی میں صدقہ فطر دیا جائے۔

گو برطانیہ میں ناداری اس حد تک نہیں کہ زکوٰۃ کے مستحقین آسانی سے شناخت ہو سکیں لیکن مسلم ایڈ اور ایسی ہی دوسری رفاہی تنظیموں کے توسط سے عالم اسلام کے فقراء و مساکین کو زکوٰۃ کا مال بآسانی پہنچایا

اُستاذ العلماء ابوالنعم عبدالکریم ندیم یاروی ثم الدیروی

بشیر احمد ایم۔ اے

تعلقات کے ان لمحات میں اکثر مولانا عبدالکریم ندیم دیروی کا تذکرہ جاری رہتا، آپ کی محنت، کاوش، دین کی محبت، نڈر، بے باکی کتنی ایسی خصوصیات اس بندہ کی تھیں کہ جن کا تذکرہ ہم دونوں کے مابین کئی بار ہوا۔ اس دوران ایک خیال دل میں موجزن ہوا کہ کیوں نہ اس مرد مجاہد کا تذکرہ جسطہ تحریر میں لایا جائے۔ اپنے اس خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے مولانا عبدالرحیم اظہر الکریمی سے تذکرہ کیا تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قلم میری ہے اور زبان مولانا کریمی کی ہے جس کو میں نے ترتیب دیا ہے۔

پیدائش:

مولانا عبدالکریم ندیم سابق مدرس الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد و شیخ الحدیث دارالحدیث محمدیہ ملتان ۱۹۲۵ء کو بمقام یارو کھوسہ تحصیل و ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے یہ قصبہ شہر ڈیرہ غازی خان سے تقریباً ۱۶ کلومیٹر شمال کی طرف واقع ہے۔ یہاں پر ہر جمعۃ المبارک کو منڈی مویشاں بھی لگتی ہے جو پورے پنجاب میں معروف ہے۔ آپ کا تعلق ایک علمی گھرانے سے ہے۔ آپ کے والد محترم مولانا میاں عبدالواحد بن مولوی میاں عبدالرحیم بن الحافظ گل محمد بن احمد تھا۔ چنانچہ آپ کے والد مولانا میاں عبدالواحد کے متعلق جماعتی بزرگ محترم احمد بخش بن نور محمد قوم مریدی سکنتہ چاہ کیر والا موضع یارو کھوسہ جن کی عمر اس وقت ۸۰ (اسی) سال ہے، نے بتایا کہ میاں عبدالواحد مرحوم اہل علم آدمی تھے۔ اور وہ نظمیں پڑھا کرتے اور ہم شوق اور غور سے سنا کرتے تھے۔ یہ بزرگ بتاتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر اشعار میں بیان فرماتے۔ اُن کو گلستان، بوستان اور کریمیا زبانی یاد تھے۔ اور میں میاں عبدالواحد مرحوم

یہ ۱۹۹۵ء کی بات ہے کہ جب میں میٹرک کا امتحان دینے شاہ صدر دین تحصیل و ضلع ڈیرہ غازی خان گیا تھا، نماز عصر مسجد اہل حدیث میں ادا کی۔ میں نماز پڑھ رہا تھا، ایک بزرگ میرے قریب آ کر بیٹھ گئے جب میں نے سلام پھیرا میرے قریب بیٹھے ہوئے بزرگ کو میں نے ایک نظر دیکھا بمطابق سنت سفید ریش بزرگ جن پر پیری کے آثار نمایاں تھے۔ ہنس مکھ چہرہ جس پر شفت کی جھلک نمایاں تھی۔ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ سلام میں ابتداء کی، کہاں سے آئے ہو بیٹا؟ مسکراتے ہوئے لبوں کے ساتھ اُس بزرگ نے میری طرف دیکھا، کیسے اہل حدیث ہوئے؟ آپ کے علاقے میں کوئی مسجد اہل حدیث ہے اور کتنے جماعتی ہیں، جماعت کا کام کیسا ہے، جماعتی احباب کیسے ہیں وغیرہ۔ ان سوال و جواب میں علیحدگی کی گھڑی آ پہنچی۔

اس بزرگ کی یادیں میرے دل پر یوں نقش ہوئیں کہ کئی بار اس کا تذکرہ کیا۔ جاننے والوں سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ یہ بزرگ مولانا حکیم عبدالرشید المعروف بقراط آف یارو کھوسہ کے رشتہ دار ہیں۔ مولانا بقراط مرحوم سے چوں کہ میرا علاقائی تعلق تھا۔ اس لیے اس بزرگ کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ مولانا بقراط کے علمی اور حکمتی چرچے زبان زد عام تھے۔ یہ بزرگ جن کا میں تذکرہ کر رہا ہوں یہ اُستاذ العلماء مولانا عبدالکریم ندیم یاروی ثم الدیروی تھے۔ اس بزرگ کی ملاقات کو تقریباً دس سال گزر چکے تھے، شب و روز کی ان رنگینیوں و نغنیوں میں، اس بزرگ کی یاد کو ابھی بھلا نہ پایا تھا کہ اس دوران اُن کے فرزند امجد مولانا عبدالرحیم اظہر سے ملاقات ہوئی اور وہ اپنے والد محترم جیسی صفات سے متصف ہیں۔ ملاقات سے مانوسیت اور مانوسیت سے قربت حتیٰ کہ ہم دونوں المسلم اخو المسلم کی زندہ مثال بن گئے۔

کی تبلیغ و وعظ سے اہل حدیث ہوا۔
آغازِ تعلیم:

آپ کے والد محترم کو علم سے بے حد محبت اور لگاؤ تھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائی۔ آپ کی والدہ محترم اپنے وقت کی عالمہ، فاضلہ اور مہذبہ تھیں۔ جو مناظر اسلام مولانا ابوالخیر عبدالعزیز، ڈیروی کی سب سے بڑی بیٹی تھی۔ آپ کے ناناجی واعظ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے حوالہ سے معروف تھے وہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے مسلک اہل حدیث کی اشاعت و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اہل حدیث تنظیم کی بنیاد رکھی۔ آپ اور آپ کے برادر اصغر مولانا عبدالرشید بقراط نے ابتدائی تعلیم مقامی علماء مولانا غلام رسول قریشی، حافظ فیض محمد بھٹی اور مولانا مشتاق احمد دیروی سے آغاز کیا۔ سکول کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ چنانچہ مولانا عبدالکریم دیروی نے مقامی سکول گورنمنٹ مڈل سکول یارکھوسہ سے مڈل پاس کیا اور مولانا عبدالرشید بقراط جماعت ہفتم کا امتحان پاس کر کے دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والا چلے گئے۔ اُس وقت مولانا محمد اسحاق مرحوم سابق ضلعی نائب امیر بھی ساتھ تھے۔ تقریباً سات سال تک زیر تعلیم رہ کر سند تکمیل حاصل کی۔

بعد ازاں مولانا عبدالکریم دیروی آستانہ فریدیہ کوٹ مٹھن موجودہ ضلع راجن پور مولانا واحد بخش کے پاس چلے گئے جو اُن کے ناناجی مولانا عبدالعزیز دیروی کے ہم درس تھے۔ وہاں سے انہوں نے حدیث و فقہ کی کچھ کتب دوبارہ پڑھیں، اُس کے بعد مولانا عبدالحق محدث ریاستی، مولانا عبدالنواب محدث ملتانی، مولانا غلام اللہ آف راولپنڈی، مولانا عبدالغنی جاجروی آف رحیم یار خاں، مولانا عبداللہ درخواستی اور مولانا محمد موسیٰ آف شادان لڑ سے تعلیم حاصل کی۔

نیز انہوں نے شیعہ کے مدرسہ مدینۃ العلم میں شیعہ علماء سے بھی استفادہ کیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے جن اساتذہ سے میں نے تعلیم حاصل کی اُن میں وسعت تھی اور تحمل تھا۔ میرے تمام اساتذہ اچھے اور محنتی تھے۔ لیکن مولانا عبدالحق محدث ریاستی، مولانا عبدالنواب اور مولانا سلطان

محمود محدث جلالپوری سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ اساتذہ تھے۔ آپ کو اپنے اساتذہ سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ جب آپ کو یہ اطلاع ملی کہ آپ کے اُستاد محترم مولانا عبدالحق محدث ریاستی سعودی عرب جا رہے ہیں تو آپ فوراً اُن کو ملنے گئے تو دوسرے یا تیسرے روز اُن کی روانگی تھی تو روانگی کے روز جہاں اُستاد محترم کے دوسرے احباب تھے وہاں مولانا عبدالکریم دیروی نے اپنے اُستاد محترم کا سامان اٹھا کر ریلوے اسٹیشن تک لے گئے۔ یہ تھی اُن کی اپنے اساتذہ سے سچی محبت، جس کا اظہار اس واقعہ سے عیاں ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ جو ہماری جماعت کے قابل فخر مورخ اور سلطان القلم ہیں، نے اپنی کتاب دلبستان حدیث میں مولانا عبدالحق محدث ریاستی کے شاگردوں میں جہاں اُستاد العلماء مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ راشدی اور مولانا عبدالرزاق فاروقی کا ذکر کیا ہے۔ وہاں مولانا عبدالکریم دیروی سابق مدرس الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ فاضل مؤلف کو مؤخر الذکر شاگرد کے حالات نہیں مل سکے یہ اُن کی مجبوری تھی ورنہ وہ ضرور اُن کے حالات قلم بند فرماتے۔

مولانا ڈیروی بتایا کرتے تھے کہ میں نے مولانا عبدالحق محدث ریاستی سے موطا امام مالک، بخاری، مسلم، کتاب الامام شافعی، ابوداؤد، متنبی اور کچھ دیگر معقولات و ادب کی کتب دوبارہ پڑھیں۔ موطا امام مالک، کتاب الامام اور متنبی میں مولانا عبدالرزاق فاروقی مولانا ڈیروی کے ہم درس رہے۔ مولانا ڈیروی بتایا کرتے کہ جب ہم موطا امام مالک استاد محدث ریاستی سے پڑھنے بیٹھتے تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے بیٹھا پڑھ رہا ہوں۔ یعنی مولانا محدث ریاستی اپنے وقت کے امام مالک تھے اور مولانا ڈیروی نے انہی سے سند اجازۃ الروایۃ حاصل کی جو دستی لکھی ہوئی ہے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد بے روزگاری کا شکار ہوئے والد محترم بھی غریب آدمی تھے۔ نہایت پریشانی کا عالم تھا حتیٰ کہ اُن کو کچھ گھر کا سامان

متوکل اہل علم تھے۔

آپ کی بے باکی اور خودداری کا واقعہ محترم ڈاکٹر حفیظ الرحمن بھٹی ایم بی بی ایس جو ڈیرہ غازی خان کے معروف ڈاکٹر ہیں، نے تعزیت کے موقع پر بتایا کہ ایک مرتبہ مولانا ڈیروی مسجد اہل حدیث بلاک نمبر ۱۵ میں اپنے احباب سے اپنی آنکھ کا آپریشن کرانے کے بارے مشورہ کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ایک آدمی آیا اور آپ کی خدمت میں ایک ہزار روپیہ پیش کیا تا کہ آپ اپنی آنکھوں کا آپریشن کرا سکیں۔ آپ شکرے کے ساتھ اُس آدمی کی رقم واپس کر دی۔ کیوں کہ وہ ایک خوددار اور بے باک عالم و فاضل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شرعی مسائل بیان کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ حق بات کہہ دیتے۔

آپ نے ملک کے ذیل کے دینی مدارس و مساجد میں تدریسی و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد، دارالحدیث محمدیہ حافظ آباد جو مجاہد ملت میاں فضل حق سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا قائم کردہ ہے۔ دارالحدیث رحمانیہ ملتان، جامعہ سعید یہ خانیوال، مدرسہ محمدیہ پکا قلعہ حیدر آباد سندھ، مدرسہ محمدیہ مورضلع نواب شاہ مدرسہ محمدیہ مسجد اہل حدیث کوٹ لقمان کورپچو تحصیل ہالہ سندھ۔

مناظرہ:

مولانا ڈیروی اگرچہ مناظر نہ تھے۔ لیکن اگر کبھی موقع آ بھی جاتا تو مخالف کا چیلنج قبول کر لیتے اور اپنے مسلک اہل حدیث کا خوب دفاع کرتے۔ اور مخالف کو بھاگنے نہ دیتے۔

چنانچہ تقریباً ۱۹۶۲ء کی بات ہے کہ مولانا عبدالکریم دیروی جامع اہل حدیث کوٹ لقمان کورپچو میں بطور امام و خطیب اور مدرس مقرر ہوئے اُس وقت مسجد و مدرسہ کے مہتمم حاجی فتح محمد تھے۔ یہ علاقہ شرک و بدعت کا گڑھ تھا اور ہے اس مسجد میں بریلوی حضرات بھی نماز پڑھنے آ جاتے تھے کئی مسائل پر نوک جھونک ہوتی رہتی تھی۔ آخر کار ایک دفعہ وہاں کے بریلوی حضرات نے مولوی بشیر سیالکوٹی کو منگوایا اور مناظرہ کے لیے چیلنج دیا۔ مختصر یہ کہ مسئلہ حاضر و ناظر اور نور و بشر کے عنوان پر مناظرہ طے ہوا۔

فروخت کرنا پڑا اور گزارہ کرتے رہے۔ آخر ۱۹۵۰ء میں دارالحدیث محمدیہ قدیر آباد میں مدرس کی ضرورت تھی۔ مولانا ملک عبدالعزیز ملتانی کو جب علم ہوا ڈیرہ غازی خان میں مولانا عبدالعزیز ڈیروی کا نواسہ جو جلال پور سے فارغ التحصیل اور مولانا عبدالحق محدث ریاستی کا شاگرد ہے۔ تو مولانا ملک عبدالعزیز ملتانی نے آپ کو بلوا کر مدرسہ میں مدرس تعینات کروادیا۔ اُس وقت مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی بھی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

مولانا ڈیروی تدریسی فرائض احسن طریق سے سرانجام دیتے رہے۔ مولانا فرماتے ہیں: چنانچہ ایک مرتبہ میں کافیہ پڑھا رہا تھا اُس دوران مولوی اسماعیل جواہل تشیع کا مناظرہ سادہ لباس میں آ کر طلباء کے ساتھ بیٹھ گیا اور سنتا رہا۔ اچانک مولانا ملک عبدالعزیز ملتانی مرحوم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا: عبدالکریم گھبرانا مت، ہمت سے کام لیتے رہو یہ سن کر کچھ حیران ہو کر کہا ملک صاحب آج آپ کیا فرما رہے ہیں؟

پھر انہوں نے بتایا کہ آپ کے پاس اہل تشیع کا مناظرہ مولوی اسماعیل بیٹھا ہوا ہے۔ یس کر مولوی اسماعیل نے کہا! ملک صاحب آپ خاموش رہتے تو بہتر تھا۔ پھر ملک صاحب نے پوچھا اے اسماعیل بتاؤ یہ نوجوان مدرس کیسا ہے؟ اُس نے جواب میں کہا اِس نوجوان کا انداز تدریس بہت اچھا ہے۔ میرے اعتراضات کا جواب بھی اچھے انداز سے دیتے ہیں۔ بعد ازاں ملک عبدالعزیز ملتانی نے مولوی اسماعیل سے مزید کہا کہ اِس نوجوان سے مزید کوئی اصولی و منطقی سوال کرو تمہیں تسلی بخش جواب ملے گا۔ کیوں کہ یہ نوجوان کوئی معمولی اساتذہ کا شاگرد نہیں ہے۔

کچھ عرصہ بعد تقریباً ۱۹۵۲ء میں آپ کمیٹی کے سکول میں معلم دینیات، تعینات ہوئے۔ نیز انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ادیب کا امتحان پاس کیا تھا پھر عرصہ چھ سال بعد حکومت پنجاب کی طرف سے عملہ تخفیف کے حوالے سے آپ اور کئی دوسرے ملازمین کو ہٹا دیا گیا۔ اُن میں سے بعض نے دوبارہ کوشش کر کے بحال ہو گئے لیکن مولانا ڈیروی نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ آپ کا مقصد دینی مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دینا تھا۔ کیوں کہ اُن میں دنیاوی لالچ نہ تھی وہ

یہ مولانا عبدالحق محدث ریاستی سے پڑھتے تھے۔ طویل مدت کے بعد اُن کی ملاقات ۱۹۶۲ء میں ہوئی پھر اُس زمانہ سے اُن دونوں کا آپس میں رابطہ اور تعلق رہا۔

۱۹۷۹ء کی بات ہے کہ جامع مسجد اہل حدیث پکا قلعہ حیدر آباد میں علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی کی صدارت میں مدرسہ کے اجراء کے حوالے سے اجلاس ہوا جس میں انہوں نے مولانا ڈیروی کا نام بطور مدرس تجویز فرمایا تھا۔

اُس وقت مولانا محمد حسین محمدی رحمہ اللہ آف احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور خطیب تھے اور مولانا ڈیروی کے شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا ڈیروی رحمہ اللہ اُس وقت جامع مسجد محمدی جماعت غرباء اہل حدیث سکھر میں بطور امامت و خطابت کام کر رہے تھے۔

علامہ راشدی مولانا ڈیروی کے خاص اور مخلص احباب میں سے تھے۔ جب کسی مقام پر ملاقات ہوتی تو علامہ راشدی مولانا ڈیروی کو مجاہد سندھ کے الفاظ سے یاد فرماتے۔

وطن ڈیرہ واپسی:

آپ کے پیارے ماموں مستری عبدالغفور مرحوم جو مناظر اسلام مولانا عبدالعزیز ڈیروی کے فرزند تھے اُس کے پرزور اصرار پر ڈیرہ غازی خان کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بلاک نمبر ۱۵ میں خادم مسجد مقرر ہوئے۔ کیوں کہ اُس وقت مولانا مشتاق احمد ڈیروی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اگرچہ جماعتی احباب کا اصرار تھا کہ خطابت آپ کریں لیکن انہوں نے انکار کیا کیوں کہ اپنے اُستاد کے ہوتے ہوئے ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے بخوشی و رضا مسجد میں بطور مؤذن اور خادم کام کیا۔ لہذا آپ نے اسی مسجد میں تقریباً تیرہ سال بطور خادم مسجد کام کیا۔ سبحان اللہ! آج میں اس بات کو سوچ کر حیران ہوتا ہوں کہ اتنا بڑا عالم و فاضل اور محدث انسان مسجد کی خدمت پر مامور ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا مولانا ڈیروی میں کسی قسم کی دنیاوی جاہ و جلال لاج و خود پرستی نہیں تھی وہ ایک درویش، قناعت پسند ممتاز عالم دین تھے۔ انہوں نے خادم

بریلویوں کی طرف سے مولوی بشیر مذکور مقرر ہوا۔ جب کہ جماعت اہل حدیث کی طرف سے مولانا ڈیروی اور مولانا مشتاق احمد ڈیروی معاون مقرر ہوئے جو اُس وقت علامہ سید محبت اللہ شاہ راشدی کے مدرسہ دارالارشاد درگاہ شریف سعید آباد میں بطور مدرس کام کر رہے تھے۔

یہ مناظرہ تقریباً اڑھائی یا تین گھنٹے جاری رہا پھر مخالفین کی طرف سے شرارت کا منصوبہ بنایا گیا تو کسی نے پولیس کو اطلاع کر دی اُس وقت مولانا ڈیروی، حاجی فتح محمد، حاجی عبدالغفور، حاجی عبدالحکیم مختصر یہ کہ اہل حدیث کے کل چھ یا سات آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ جب اس معاملہ کا علم شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی کو ہوا تو انہوں نے جیل میں اپنے مخصوص احباب بھیجے اور انہوں نے شیخ محترم کا سلام و پیغام پہنچایا اور تسلی دی۔ بالآخر انہی کے تعاون سے تمام جماعت تقریباً آدھ ماہ بعد رہا ہوئے۔

اُس دوران مولانا ڈیروی نے جیل میں خطبہ جمعۃ المبارک بھی ارشاد فرمایا تھا جس سے جیل کا عملہ اور قیدی متاثر ہوئے یہ لوگ مولانا ڈیروی کو کافی عزت دیتے تھے۔ رہائی کے بعد مسجد پر بریلویوں نے قبضہ کرنا چاہا تو آپ نے جماعتی احباب کے تعاون سے مسجد کو دوبارہ اپنے قبضہ میں لے لیا اور مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا کچھ عرصہ مقدمہ زیر سماعت رہا۔ اس کی پیروی میں مولانا ڈیروی دوسرے جماعتی احباب کے ساتھ پیش پیش تھے۔ چنانچہ بفضل ربی ابتدائی فیصلہ میں مسجد جماعت اہل حدیث کو مل گئی۔

اس کے بعد مولانا ڈیروی کو بعض گھریلو مجبوریوں کی بنا پر اپنے وطن ڈیرہ واپس آنا پڑا۔ اور ماسٹر محمد صدیق نے بتایا کہ جب اُستاد جیل میں تھے روٹی میں دینے جاتا تھا۔ محترم عبداللہ نے وہ مسجد بھی دکھائی جو کسی زمانہ میں اہل حدیث کے قبضہ میں تھی اب جب کہ یہ مسجد بریلویوں کے قبضہ میں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مولانا ڈیروی کے چلے جانے کے بعد مقدمہ کی پیروی کی سستی کی وجہ سے اعلیٰ عدالت نے مسجد کا فیصلہ بریلوی حضرات کے حق میں کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب

مولانا ڈیروی رحمہ اللہ اور شیخ العرب والعجم الراشدی رحمہ اللہ:

یہ دونوں ممتاز علماء ایک دوسرے کو اُس وقت سے جانتے تھے جب

تلاذہ:

آپ کے تلاذہ کی تعداد کافی ہے جن میں چند یہ ہیں:

- ۱۔ فضیلۃ الشیخ قاری محمد ادریس غفاری خطیب و مدرس شام کوٹ نو تحصیل چونیاں قصور، ۲۔ مولانا محمد عبداللہ شیخ پوری، ۳۔ مولانا عبدالستار حسن سابق شیخ الحدیث معبد الشریعہ کوٹ ادو، ۴۔ فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری، ۵۔ مولانا محمد حسین محمدی احمد پور، ۶۔ مولانا عامر کلیم شیخ الحدیث معبد الشریعہ کوٹ ادو، ۷۔ مولانا سیف اللہ اعظم آف ملتان، ۸۔ مولانا اسد اللہ ثاقب بن الطاف قریشی، خطیب جامع قمر المساجد ملتان، ۹۔ پروفیسر اللہ بخش حال امریکہ، ۱۰۔ مولانا عبدالرحمن عظیمی سابق شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ کروڑ پکا۔

۱۹۹۶ء میں محترم ملک عبدالصبور بھٹہ سابق ناظم مدرسہ دارالحدیث محمدیہ ملتان کی طرف سے خط موصول ہوا کہ آپ کو مدرسہ مذکور میں مدرس مقرر کر دیا گیا ہے جب کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالکبیر صاحب تھے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد آپ شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۲۰۰۴ء کے اوائل میں بوجہ ضعف و کمزوری سلسلہ تدریس ترک کر دیا اور ۲۷ ستمبر ۲۰۰۴ء کو وفات پائی۔

اللہم ارحم علی عبد الکریم رحمة واسعا
و کثیراً آمین۔

عمران حمید مرزا کے لیے خصوصی دعائے صحت

دارالدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی مجلس عاملہ کے معزز رکن محترم مرزا عمران حمید بن مرزا عبدالحمید (مرحوم) ان دنوں شدید علیل ہیں۔ محترم عمران حمید گزشتہ دنوں سے اپنی علالت کی وجہ سے نقاہت کا شکار تھے، جب انہوں نے ڈاکٹری چیک اپ کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ انٹریوں کے شدید انفیکشن کا شکار ہو چکے ہیں۔ موصوف مسلکی و تحریکی سطح پر ایک متحرک اور تبلیغی کاموں میں دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں وہ ادارہ دارالدعوة کے ایک مخلص ممبر، مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے نائب ناظم اعلیٰ اور مسجد قباء اقبال ٹاؤن کی مجلس کے بھی ممبر ہیں۔ احباب انہیں اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور دعائے صحت فرما کر عند اللہ ما جور ہوں۔

اللہم اشفہ شفاءً کاملًا عاجلاً۔ [ادارہ]

مسجد کی ڈیوٹی قبول کرنے میں کسی قسم کی عار نہیں سمجھی لیکن آج کا مولوی وہ ایک آزاد اور منفرد مزاج کے مالک تھے۔ انہوں نے دب جانا سیکھا ہی نہ تھا۔ بے باکی اور خودداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ تاہم وہ جماعتی نظم و ضبط اور میقات الصلوٰۃ کے بارے میں سخت تھے۔ عمل بالحدیث پر کوشاں رہے اُس وقت کی ضلعی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے طریقہ کار اور اُن کی کارکردگی پر تنقید برائے اصلاح کرتے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے بعض نااہل لوگوں کی آپ سے بن نہیں پاتی تھی۔

تقریباً ۱۹۹۰ء میں الشیخ محمد ابراہیم بن الشیخ عبدالکریم مرحوم متولی مسجد کی وفات کے بعد انتظامیہ تبدیل ہوئی۔ حالات دیکھتے ہوئے مولانا ڈیروی نے ۱۹۹۲ء کو یہاں سے رخصت ہونے کو ترجیح دی۔ جب آپ سے یہ کہا گیا کہ مولانا آپ جیسے مخلص عالم و فاضل کی یہاں ضرورت ہے۔ آپ کے بزرگوں کی بڑی قربانیاں ہیں وغیرہ۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

یاد رہے کہ اس عرصہ کے دوران ڈیرہ غازی خان میں سالانہ کانفرنس ہوتی رہیں۔ جس میں مرکزی قائدین تشریف لاتے۔ مجاہد ملت، محسن اہل حدیث، ہمدرد انسان محترم میاں فضل حق مرحوم سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے کئی بار دوبارہ جامعۃ السلفیہ فیصل آباد اور مدرسہ محمدیہ حافظ آباد میں آنے کی دعوت دی۔ لیکن آپ نے اپنے علاقہ کو ترجیح دی۔

میاں صاحب مولانا ڈیروی کے مخلص احباب میں سے تھے۔ ۱۹۸۵ء میں جامع مسجد اہل حدیث یارو کھوسہ کی تعمیر از سر نو شروع ہوئی جب کہ اُس مسجد کی بنیاد ۱۹۶۳ء میں کچی اینٹوں سے رکھی گئی تھی۔ اب نئی مسجد بنانا ضروری ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۹۸۶ء کو سالانہ اہل حدیث کانفرنس ڈیرہ میں محترم الحاج میاں فضل حق مرحوم اور مولانا معین الدین لکھوی صاحب تشریف لائے۔ اور یارو کھوسہ بھی تشریف لے گئے۔ مسجد کی تعمیر کو ملاحظہ فرمایا اور تین ہزار روپے برائے تعمیر نقد عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

تعاون کی خصوصی اپیل

تعارف و مقاصد: ادارہ ہذا ملک کا منفرد و عظیم ادارہ ہے جس کی طرف سے دینی لٹریچر چھپوا کر اور دیگر اداروں سے حاصل کر کے بڑے پیمانے پر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ ملک کے کونے کونے میں ادارہ کا لٹریچر پہنچ رہا ہے جسے پڑھ کر ہزاروں لوگ راہ ہدایت پا چکے ہیں۔ ملک بھر کی ہزاروں مساجد میں ادارہ کے معروف اشتہارات آویزاں ہیں جو مسلک حقہ کی دعوت و تبلیغ کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ ادارہ کے قیام کا واحد مقصد دین حقہ کی ترویج و اشاعت ہے۔

جامعہ محمدیہ: ادارہ ہذا کے تحت علاقہ کی معروف دینی درس گاہ ”جامعہ محمدیہ“ بھی قائم ہے جس میں زیر تعلیم طلباء کے تعلیمی و اقامتی اخراجات ادارہ کی طرف سے برداشت کیے جاتے ہیں۔ طلباء کی تدریسی و اقامتی ضروریات کے لیے چار عدد کمرے مع برآمدہ تعمیر کرائے ہیں۔

غریب فنڈ: ادارہ ہذا کے تحت غریب فنڈ میں موصولہ تعاون سے نادار و بے سہارا لوگوں کی امداد، غریب طلباء کی مالی سرپرستی، غریب مریضوں کے علاج میں معاونت کی جاتی ہے۔

قرآن فنڈ: ادارہ ہذا کے تحت قرآن فنڈ بھی قائم ہے اس فنڈ میں موصول ہونے والی اعانت سے تین سو قرآن مجید مترجم مع تفسیر احسن البیان اور اشرف الحواشی تقسیم کیے گئے ہیں۔ لوگوں کی بے پناہ مانگ اور طلب کے پیش نظر اہل خیر اپنی طرف سے اپنے خویش واقارب کی طرف سے اور اپنے مرحوم پیاروں کی طرف سے خصوصی تعاون فرمادیں یہ عظیم صدقہ جاریہ ہے۔

تعاون کی خصوصی اپیل: تمام مخیر احباب سے پرزور اپیل ہے رمضان المبارک میں خصوصی طور پر زکوٰۃ، عشر، صدقات اور خصوصی عطیات مد سے ادارہ کے لیے ترجیحی بنیادوں پر تعاون ارسال فرما کر دین حق کی نشر و اشاعت و دعوت و تبلیغ عام کرنے کے لیے اس اہم مشن میں ساتھ دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔ جس قدر احباب کا تعاون حاصل ہوگا اسی قدر ہم کام کر سکیں گے۔

فبصر اکرم اللہ احسن الجزاء

بذریعہ بینک: اکاؤنٹ نمبر 03-00166008-1107 حبیب بینک جام پور، بنام ادارہ تبلیغ اسلام

بذریعہ منی آرڈر: محمد یسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان۔ 0333-8556473

فهرست کتب محمد عاصم الخرداد

وقف ابناء ه لدار الدعوة السلفية ، شیش محل روڈ لاہور

۵۸۔ جوامع السيرة النبوية ابن حزم الاندلسي، دارالباز، ط: اولی ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳م، جلد: ۱ ۵۹۔ السيرة النبوية في القرآن الكريم د/ عبد الصبور مرزوق، رابطہ العالم الاسلامی، ۱۴۰۱ھ، جلد: ۱ ۶۰۔ فی صحبة النبی ﷺ محمد صالح البنداق، دارالافاق بیروت، ۱۳۹۹ھ - ۱۹۷۹م، جلد: ۱ ۶۱۔ جهودٌ مخلصه فی خدمة السنه المطهره عبدالرحمن بن عبدالجبار الفريوائي، ادارہ بحوث الاسلاميه جامعہ سلفیہ بنارس، ط: ثانيه ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م، جلد: ۱ ۶۲۔ عيون الاثر فی فنون المغازی والشمال والسير لابن سيد الناس، دارالفکر بیروت، جلد: ۲ ۶۳۔ قصص الانبياء ابى الفداء اسماعيل بن كثير، دارالقلم بیروت لبنان، جلد: ۱ تحقيق شيخ خليل الميس ۶۴۔ التعريف بالقرآن والحديث محمد الزفزاف، المكتبة العلميه بیروت لبنان، ط: اولی ۱۴۰۰ھ - ۱۹۸۰م، جلد: ۱ ۶۵۔ المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی لفيف من المستشرقين، مكتبه بربل ليدن	۵۱۔ الشفا تعريف حقوق المصطفى ابى الفضل عياض اليحصبي، دارالباز بیروت، ۱۳۹۹ھ - ۱۹۷۹م، جلد: ۱ ۵۲۔ حياة سيد العرب حسين عبداللہ با سلامه، دار مصر للطباعة الفجالة، ط: ثانيه ۱۳۸۹م - ۱۹۶۹م، جلد: ۴ ۵۳۔ فقه السيرة محمد الغزالي، دارالكتاب العربي مصر، ط: اولی ۱۳۷۳ھ - ۱۹۵۳م، جلد: ۱ ۵۴۔ عين اليقين فی سيرة سيد المرسلين محمد سيد كيلاني، مكتبه ومطبعه مصطفى البابي مصر، ط: ثانيه ۱۳۹۶ھ - ۱۹۸۶م، جلد: ۱ ۵۵۔ منتقى النقول فی سيرة اعظم رسول حامد محمود بن محمد بن منصور ليمود، رابطہ العالم الاسلامی، ط: اولی ۱۴۰۲ھ - ۱۹۸۲م جلد: ۱ ۵۶۔ الرحيق المختوم صفی الرحمن مبارکفوری، رابطہ العالم الاسلامی، ط: اولی ۱۴۰۰ھ - ۱۹۸۰م، جلد: ۱ ۵۷۔ السيرة النبوية ابى الحسن على الحسيني الندوی، المطبعه العصريه لبنان، ۱۴۰۱ھ - ۱۹۸۱م، جلد: ۱
--	---

- (لندن)، ١٩٢٦م، جلد: ٧
- ٦٦- الكواكب النيرات في معرفة من اختلط من ارواة لأبى البركات محمد بن احمد ابن الكيال، دارالممامون للتراث بيروت، ط: اولى ١٤٠١هـ.
- ١٩٨١م، جلد: ١
- ٦٧- الاصابه في تميز الصحابه
- ابن حجر العسقلاني، دار احياء التراث العربى بيروت، ط: اولى ١٣٢٨هـ
- ٦٨- مجموع فتاوى ابن تيميه
- عبدالرحمن بن قاسم العاصمي النجدى الحنبلى، الرئاسة العامه لشئون الحرمين الشريفين، جلد: ٣٧
- ٦٩- الفتاوى الكبرى
- شيخ الاسلام ابن تيميه، دارالمعرفة بيروت، جلد: ٥
- ٧٠- مجموعة الرسائل والمسائل
- شيخ الاسلام ابن تيميه، دارالكتب العلميه بيروت، ط: اولى ١٤٠٣هـ- ١٩٨٣م، جلد: ٢
- سيث
- ٧١- فتح البارى شرح صحيح البخارى
- ابن حجر عسقلانى، دارالمعرفه بيروت، جلد: ١٣
- ٧٢- عون البارى
- نواب صديق حسن خان، ١٤٠١هـ.
- ١٩٨١م، جلد: ٦
- ٧٣- عمدة القارى شرح صحيح البخارى
- محمود بن احمد العيني، دار احياء التراث العربى بيروت، جلد: ١٢
- ٧٤- فيض البارى على صحيح البخارى مع حاشيه البدر السارى
- محمد انور الكشميرى الديوبندى، دارالمعرفه بيروت، جلد: ٤
- ٧٥- هداية البارى الى ترتيب احاديث البخارى
- عبد الرحيم عنبر الطهطاوى، دارالباز مكه المكرمه، ط: ثالثه ١٣٥٣هـ، جلد: ٢
- ٧٦- صحيح مسلم
- ابى الحسن مسلم بن حجاج بن مسلم، دارالطباعه المعاصره، ١٣٢٩هـ، جلد: ٣، ج ٢ ناقص
- ٧٧- مختصر صحيح مسلم
- حافظ منذرى، وزارة الاوقاف التراث اسلامى كويت، ط: ثالثه ١٣٩٩هـ- ١٩٥٢م، جلد: ١، تحقيق شيخ البانى
- ٧٨- صحيح مسلم بشرح النووى
- النووى، دار احياء التراث العربى، جلد: ٩
- ٧٩- سنن ابى داؤد
- ابوداؤد سلمان بن اشعث، مكتبه ومطبه مصطفى البابى مصر، ط: اولى ١٣٧١هـ- ١٩٥٢م، جلد: ٢ تعليق شيخ احمد سعيد على
- ٨٠- عون المعبود شرح سنن ابى داؤد
- شمس الدين عظيم آبادى، دار الفكر، ط: ثالثه ١٣٩٩هـ- ١٩٧٩م، جلد: ١٣، مع شرح الحافظ ابن قيم جوزيه



جامعہ سلفیہ فیصل آباد

مقابلہ حفظ القرآن الکریم

ماہ ذی القعدہ ۱۴۳۱
کے پہلے عشرہ
میں منعقد ہوگا۔ ان شاء اللہ

نصاب و شرائط

- ① مکمل حفظ القرآن الکریم بمع اربعین نووی مکمل
✽ عمر پچیس سال سے زائد نہ ہو۔
✽ شرعی آداب و احکام کا پابند ہو۔
- ② بیس پارے حفظ بمع بیس (20) احادیث (کتاب اربعین نووی سے)
✽ عمر بیس سال سے زائد نہ ہو۔
✽ شرعی آداب و احکام کا پابند ہو۔
- ③ پندرہ پارے حفظ بمع پندرہ احادیث (کتاب اربعین نووی سے)
✽ عمر اٹھارہ سال سے زائد نہ ہو۔
✽ شرعی آداب و احکام کا پابند ہو۔

خواہش مند طلبہ درخواست اپنے تعلیمی ادارے کی تصدیق کے ہمراہ دس شوال بمطابق 20 ستمبر 2010

تک جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں جمع کرائیں۔ یا بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ رابطہ کے لیے

تفصیلی پروگرام کا اعلان شوال میں کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ 0300-6600874

الدراسی النیعمہ میاں نعیم الرحمن طاہر صدر جامعہ سلفیہ فیصل آباد 041 8780274 8780374

پانی کی رو

آنکھوں کے کوہسار سے چشمے اُبل پڑے
پانی کی رَو سے اور شرارے مچل پڑے
نیکی کوئی خیال میں آئے، دعا کروں
شائد دہانِ غار کا پتھر پگھل پڑے
بے برگ نخل نخل تھا سردی کی لہر میں
موسم کھلا تو شاخوں سے پتے نکل پڑے
بے ساختہ زباں پہ کوئی لفظ آگیا
کیا کہیے کس طرح سے جبینوں پہ بل پڑے
بکھرے سحر کی صَو سے ویلوں کے سبزہ زار
پنچھی تلاشِ رزق میں گھر سے نکل پڑے
کب تک جنیں گی کھو کے امیدوں کی دھول میں
بیٹے گھروں کو آئیں تو ماؤں کو کل پڑے
اس کا بیخ کے دیار کی گلیوں کا ماجرا
راخ سے پختہ گام بھی آخر پھسل پڑے

[راسخ عرفانی]